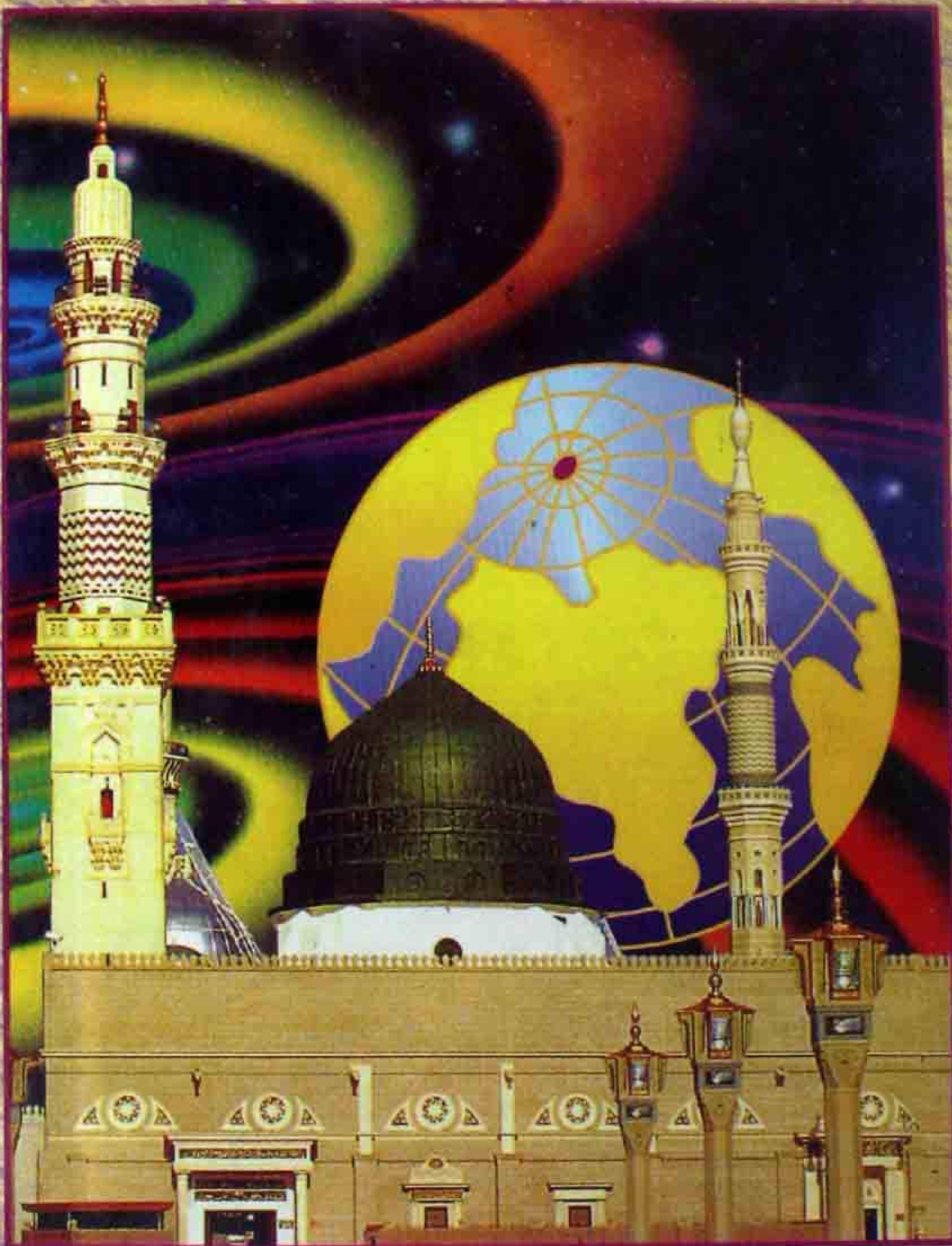


حیاتِ جانِ کائنات

علیہ التسلیم والصلوٰۃ

تحریر و تحقیق

حیاتِ جانِ کائنات

علیہ التسلیم والصلوٰۃ

حیاتِ جانِ کائنات

علیہ التسلیم والصلوٰۃ

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی، سرمدی اور ابدی حیاتِ مبارکہ کا بیان، اُمت کے احوال پر آپ کی توجہات اور تصرفاتِ باطنی، قرآن، حدیث اور اکابرین کے اقوال سے ناقابلِ تردید دلائل۔

○

تحریر و تحقیق

(علامہ) خالد محمود (فاضل بھیرہ شریف)
شیخ الحدیث ادارہ معارف القرآن کشمیر کالونی۔ کراچی

زاویہ

زیر اہتمام:

محمد ضیاءُ الدین صدیقی
نجابت علی تارڑ

زاویہ
۸۔ سی دربار مارکیٹ، لاہور
۷۱۱۲۵۵۳

۱۹۹۹ء

بار اوّل ——— ایک ہزار
ہدیہ ——— = ۷۰ روپے

مرکز ترسیل
مکتبہ زاویہ
۹۔ مرکز اولیس، دربار مارکیٹ، لاہور
۷۳۲۴۹۴۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

رونمائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت العلام ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اله واصحابه اجمعین

عزیز گرامی خالد محمود صاحب طالب علمی کے زمانے سے دقت نظر اور تحقیق حق کے جذبہ سے سرشار رہے ہیں حصول علم کے بعد جب سے انہوں نے تدریس کے فرائض سنبھالے ہیں ان کا یہ ذوق نکھر کر سامنے آگیا ہے متعدد اہم اور مشکل موضوعات پر انہوں نے خامہ فرسائی کی ہے اور ہر موقع پر انہوں نے اپنے قارئین کے دلوں کو موہ لیا ہے ان کے قلوب واذہان کو تشکیک کے کانٹوں سے پاک کر کے یقین کے نور سے منور کر دیا ہے...... ملت کی شومئی قسمت ملاحظہ ہو کہ وہ مباحث اور مسائل جو ابتدائے اسلام سے اب تک متفق علیہ رہے ہیں ان کے بارے میں اب شکوک وشبہات کا طوفان برپا کیا جارہا ہے اور اس طرح اسلام کے نادان دوست یا دانا اور عیار دشمن ایمان کے مستحکم قلعوں کی بنیادوں کو متزلزل کرنے کی مذموم کوشش میں دن رات سرگرم عمل ہیں۔ سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ حضور رحمت عالمیاں ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے

میں بھی اب مختلف قسم کی نازیبا باتیں زبان پر آنے لگی ہیں اور حیات النبی کا متفق علیہ مسئلہ اب باہمی نزاع اور افتراق کا شکار ہو رہا ہے جس نے دلوں کو پریشان، ذہنوں کو پراگندہ، ایمان کو کمزور اور یقین کو متزلزل کر کے رکھ دیا ہے۔ ضرورت تھی کہ کوئی صاحب نظر اس موضوع پر قلم اٹھائے اور شکوک و شبہات کے جو انبار اس موضوع کو مشکوک کرنے کے لئے بعض مدعیان علم و دانش کی طرف سے لگائے جا رہے ہیں ان کی حقیقت کو آشکارا کر دے۔ ہمارے فاضل نوجوان مولانا خالد محمود کی طبع مشکل پسند نے اس موضوع کی طرف توجہ کی اور داد تحقیق دیتے ہوئے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کر کے معترضین کے تمام اعتراضات اور **مشککین** کی تمام تشکیکات کا منہ توڑ جواب دیا اور ان کی جانگسل محنت اور جدو جہد کا ثمر "حیات جان کائنات" صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی پیکر میں ہمارے سامنے ہے میں نے اس کتاب کے جستہ جستہ مقامات کا بدقت نظر مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو شخص بھی اس کا مطالعہ کرے گا اگر توفیق الٰہی اس کی دستگیری فرمائے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بارے میں ہر قسم کے شکوک سے اس کا دل پاک ہو جائے گا۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صالح نوجوان کی بے پناہ صلاحیتوں کو نشو و نما کا موقع عطا فرمائے تاکہ اس کے فیضان سے ایک دنیا فیض یاب ہو۔ امین ثم امین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

۶ر شوال ۱۴۰۴ھ	محمد کرم شاہ
۵ر جولائی ۱۹۸۴ء	دارالعلوم محمدیہ غوثیہ
	بھیرہ سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین الرحمن الرحیم الذی لم یزل حیاقیوما قدیرا بصیر اشہیداالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شہیدا ارسلہ کافۃ للناس بشیرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا و ھوالرسول النبی الامی لولاہ لما خلقت الافلاک ولا الارضو ن ولم یبعث الانبیاء المرسلون و لا الملئکۃ المقربون فھوالاول و الاخر و الظاھر والباطن وھوبکل شیء علیم فعلیہ اطیب تحیاتہ المبارکۃ وازکی تسلیماتہ المتدارکۃ وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین . امابعد

خلاصۂ مدعا

ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے آقا و مولاشہ ہر دوسرا باعث ایجاد ارض و سما سرور کونین، ہادیٔ ثقلین، رحمت عالمیاں، محبوب خالق کون ومکان، وجہ تخلیق جملہ کائنات، صاحب لولاک لما خلقت الافلاک

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ شفیع الوریٰ الہ وصحبہ افضل التحیۃ و از کی اثناء جملہ موجودات کے مبداٴاولین تمام کائنات کے وجود و ظہور اور حدوث وبقا کے صدر نشین ہیں آپ ہی کی ذات گرامی کی خاطر یہ بو قلموں کائنات اور اس کے گونا گوں عجائبات کتم عدم سے ظہور میں آئے اور آپ ہی کی ذات والا صفات کی وجہ سے قائم وباقی ہیں اس دنیاومافیہا کی تخلیق کا اول بھی آپ ہیں اور آخر بھی آپ، ظاہر بھی آپ ہیں اور باطن بھی آپ۔

چنانچہ جس طرح آپ اس دنیامیں جلوہ افروز ہونے سے بہت پہلے سے موجود ہیں بعینہٖ اسی طرح اس دنیاسے انتقال فرما جانے کے بعد بھی آپ موجود اور باحیات ہیں۔ اپنے رب عظیم و قدیر کے عطا فرمودہ اختیار کی وجہ سے عالم علوی و سفلی میں جہاں چاہتے ہیں سیر فرماتے ہیں اکوان عالم میں تصرفات فرماتے ہیں اپنی امت پر لطف وکرم کی نگاہ رکھے ہوئے ہیں ان کے معاصی پر بمصداق عزیز علیہ ماعنتم پریشان خاطر عاطر ہوتے ہیں اور بالمومنین رؤف رحیم ہونے کی وجہ سے اپنے رب العزت جل جلالہ سے ان گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت طلب فرماتے ہیں۔

آپ کا جسد اطہر واقدس آپ کے مزار پر انوار میں روز اول کی طرح صحیح سالم اور ترو تازہ ہے اور اس جسم مقدس کے ساتھ آپ کی روح سامیہ عالیہ کا حد ادراک سے کہیں زیادہ افضل و اقویٰ اتصال موجود ہے پس آپ حیات حقیقی جسمانی سے متصف ہیں اور آپ کو مردہ، حواس و مشاعر اور ادراکات سے بے بہرہ، کچھ بھی نہ سننے سمجھنے والا۔ مٹی میں مل کر مٹی ہو جانے والا خیال کرنا آپ کی حد درجہ گستاخی آپ کے مقام رفیع سے نری جہالت اور قرآن وحدیث سے انکار و بغاوت ہے۔

وہ کلمہ طیبہ طاہرہ جس کے اقرار و تصدیق سے انسان کفر و شرک کی ضلالتوں سے نکل کر ایمان و یقین کی وادیٔ ایمن میں داخل ہوتا ہے وہ مقدس کلمہ جو ایمان کی رفیع و منیف عمارت کا مرکزی مدار اور اساسی رکن ہے۔ جو روز و شب متعدد بار ہماری زبانوں سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی پر کیف، پر بہار اور مسرت آگیں آواز میں نکلتا ہے اِس کی ساخت و ہیئت ہی ہمارے اس عقیدہ جلیلہ کی ساخت و پرداخت کی بنیاد ہے۔ ہمیں حکم فرمایا گیا کہو محمد رسول اللہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اس سادہ اردو ترجمہ میں ہی سلیم الذہن ہو کر سوچا جائے۔ اسی نوع کے دیگر متداول جملوں جنہیں ہم ہر روز بے محابا بولتے ہیں، کے ساتھ منصفانہ موازنہ کیا جائے تو حقیقت مثل آفتاب نصف النہار واضح اور بے غبار ہو جاتی ہے۔

غور فرمایئے کہ کیا یہ اسلوب کلام معدوم و غیر موجود شی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے؟ کیا کسی غائب اور مخفی کو اِس انداز سے ذکر کیا جاتا ہے؟ جسے العیاذ اللہ مر کر مٹی میں ملے عرصۂ مدید ہو گیا ہو کیا اسے یوں یاد کیا جاتا ہے؟ وہ کام وہ صفت، وہ شان جو کبھی کسی میں موجود رہی ہو خواہ وہ کتنی ہی اتم و اکمل کیوں نہ ہو اور اب اس کا موصوف صفحہ ہستی پر نہ ہو تو کیا وہ اب بھی اسی طرح بیان کی جائے گی بلکہ کیا وہ صفت باقی بھی رہے گی؟

محمد رسول اللہ (سورۃ الفتح. ۲۹)

محمد (صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ) اللہ کے رسول ہیں۔

یہ جملہ اسمیہ ہے اور عربی میں ادنیٰ سی بھی ممارست رکھنے والا جانتا ہے کہ جملہ اسمیہ کے وضع کی غرض و غایت صرف یہ دلالت و وضاحت ہے کہ بیان کیا جانے والا حکم، مذکور وصف، اس اسم مبتداء کے لئے دائمی طور پر

ثابت و متحقق ہے، اس میں انقطاع و افتراق نہیں فانھا موضوعة للدلالة علیٰ مجرد الثبوت العاری عن قید التجدد والحدوث (شیخ زادہ علیٰ تفسیر الامام البیضاوی)

اس آیت مقدسہ اور کلمہ طیبہ سے بالیقین واضح ہوا کہ رسول مکرم نبی معظم حضرت محمد مصطفیٰ اور مجتبیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء اللہ کے رسول ہیں آپ کی رسالت کاملہ اب بھی تمام عالمین کو شامل ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں تھی کما قال تبارك وتعالىٰ وما ارسلنك الا كآفة للناس بشيرا و نذيرا (سورہ السبا آیت نمبر ۲۸) وقال جل شانه قل يايها الناس انی رسول الله اليكم جميعا (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۸) بلکہ آپ کی یہ صفت رسالت عامہ اس وقت بھی موجود تھی جب کہ حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ابھی تک خمیر مطہر بھی تیار نہ ہوا تھا۔ کما قال نبينا الكريم عليه الصلوٰة التسليم كنت نبياً وآدم بين المآء والطّين (مسند عبد الرزاق، نشر الطیب) وقال علیه الصلوٰة والسلام انی عند الله مكتوب خاتم النبيين وان آدم لمنجدل فی طينته (مشکوٰۃ ص ۵۱۳) اور صفت اپنے وجود و بقاء کے لئے موصوف کی محتاج و تابع ہوتی ہے سو آپ کی رسالت و نبوت جو اول سے آخر اور ابتداء سے انتہا تک ہے، آپ کی ذات ستودہ صفات اور حیات بابرکات کے دوامی وجود و ثبوت کو مستلزم و مقتضی[1] ہے اور آپ کے اسی وجود

---

[1] شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کسیکہ قسم خورد بحیات پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم منعقد می شود بوی و بحنث واجب می شود کفارہ بحنث از جہت بودن آنحضرت یکے از دو رکن شہادت (مدارج النبوۃ ص ۱۶۵ ج ۱) یعنی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ہمارے پیغمبر ﷺ کی حیات کی قسم کھائے منعقد ہو جائے گی اور حانث ہونے کی صورت میں کفارہ واجب کیونکہ آنحضرت ﷺ شہادت کے دو رکنوں میں سے ایک ہیں۔

مسعود و محمود کی وجہ سے اس زماں کے بنی نوع انسان اپنی تمام تر بد اعمالیوں معصیت کیشیوں کے باوجود امم سابقہ کے برعکس عذاب الیم سے محفوظ و مامون ہیں۔

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[ا] (سورہ الانفال آیت ۳۳)

اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔

یہ آیت مقدسہ بھی نبی کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کی شان والا شان کو جس اجمالی انداز میں بیان فرما رہی ہے، اہل ذوق وادراک ہی اسے کما حقہ سمجھنے کی وجہ سے اس سے حظ کامل اٹھا سکتے ہیں۔ واللھم ارزقنا ھذا بھم واسلك بنامسالك کراماتھم۔

ل اسی شان والا شان کو سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۲۹ میں یوں بیان فرمایا ولو لا کلمۃ سبقت من ربك لکان لزاما واجل مسمی ہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم نے ایک فیصلہ (کلمہ) نہ کر دیا ہوتا اور ان کے عذاب کے لئے وقت مقرر نہ ہوتا تو ابھی انہیں برباد کر دیا جاتا لیکن رحمت اور حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ انہیں فوراً ہلاک نہ کیا جائے وہ فیصلہ (کلمہ) کیا تھا اس کے متعلق علامہ پانی پتی فرماتے ہیں: وھی العدۃ بتا خیر عذاب کفارھذہ الامۃ الیٰ یوم القیامۃ وعدم استیصالھم فی الدنیا لکون النبی ﷺ رحمۃ للعالمین (مظہری) یعنی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اس لئے یہ مناسب نہ ہوا کہ کافروں کو تہس نہس کر ڈالا جائے بلکہ قیامت تک انہیں مہلت دے دی (ماخوذ از تفسیر ضیاء القرآن ص ۱۴۴ و ۱۴۵ ج ۳)

فقیر غفرلہ ربہ الودود عرض کرتا ہے کہ آپ ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے جس طرح آپ کے ظاہری عہد ہمایوں کے کفار استیصالی عذاب سے باوجود اپنی تمناؤں کے التجاؤں اور فرمائشوں کے محفوظ رہے اسی طرح اب بھی محفوظ ہیں، محفوظ رہیں گے آپ کی رحمت شاملہ کا صدقہ ہے پس کس قدر غیر معقول بات ہے کہ صفت و شان تو موجود ہے، رحمت پائی جاتی ہے لیکن بغیر کسی ذات کے، جن کی یہ صفت اور شان تھی وہ تو (العیاذ باللہ تعالیٰ منہ الف الف مرات) مردہ ہو گئے ہیں، مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے۔ حواس اور مدارک و مشاعر سے اپنے جسد اطہر سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ربنا ارنا الحق حقاوارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ بحرمۃ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فرمان اعلیٰ شان وما کان اللہ لیعذبھم......الخ کے اعجاز وایجاز اور لطف وکرم کا بیان کسی اور موقع پر اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس کا حقیقی اور کامل بیان ممکن ہی نہیں کہ اس کا تعلق عالم نطق ومشاہدہ سے نہیں بلکہ یہ محسوسات کے قبیل سے ہے جتنا جتنا ذوق وشوق میں اضافہ ہوتا جائے گا، حریم محبت سے آشنائی جس قدر بڑھتی جائے گی نیا لطف، نیا ذوق، نئی چاشنی نئی لذت اور نیا سرور، وجد وجذب اور شعور وادراک میں لامتناہی اضافہ کرتا چلا جائے گا۔

شربت الحب کا سابعد کا سن۔ فمانفد الشراب ولا رویت

اس موقع پر تو صرف دو مقدس ومنزہ کلمات وانت فیھم (اور آپ تشریف فرما ہیں ان میں) پر توجہ مبذول کیجئے۔ اپنے حبیب لبیب کی اس اعجاز نشان شان کو بیان کرنے کے لیے جملہ بھی اسمیہ اختیار فرمایا اور پھر اسے بھی موقع حال میں اللہ اللہ

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چیں بہار تو زداماں گلہ دارد

(عشرتی)

واضح سی دل لگتی بات ہے کہ ہمارے آقا ومولا شفیع امم، نبی محتشم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کریم السجایا جمیل الشیم ﷺ جب تمام اسماء وصفات الٰہیہ کا مظہر اتم ہیں اور اللہ جل شانہ حی وقیوم ہے تو لامحالہ آپ ﷺ بھی باحیات ہیں۔

اسی طرح ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ارشادات ربانیہ مثل کل نفس ذائقة الموت اور وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد کے بموجب ہر

نفس[1] کو موت کا مزہ چکھنا ہے کہ اس دنیا میں دوام و بقاء کسی چیز کو حاصل نہیں۔ اس کائنات میں موجود تمام مخلوق کو یہ دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانا ہے اور اس انتقال ہی کا نام موت ہے۔ لیکن موت کی وجہ سے وہ جمادات کی طرح بے جان یا نیست و نابود نہیں ہو جاتے۔ بلکہ:

"بداں کہ تمامۂ اہل السنّت والجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم و سمع مر سائر اموات را ازا حاد بشر خصوصاً انبیاء علیہم السلام (جذب القلوب ص ۲۰۲) یعنی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تمام اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام ادراکات مثلاً سننا، سمجھنا، جواب دینا ہر ایک بشر کے لئے عموماً اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے خصوصاً دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں۔[2]

امام قرطبی متوفی ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

الموت لیس بعدم محض و انما ھوانتقال من حال الیٰ حال.

موت محض فنا ہونے کا نام نہیں ہے اس کا مطلب ایک حالت (دنیا) سے دوسری حالت (آخرت) میں منتقل ہونا ہے۔[3]

---

[1] یہاں یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی بے مثل و مثال ذات کے لیے بھی نفس کا اثبات فرمایا ہے۔ ویحذرکم اللہ نفسہ. اور کسی بھی عقل میں یہ تصور تک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے عموم میں داخل ہے تو یہاں استثناء و خصوص ثابت ہو گیا۔

[2] موت کی مزید تشریح ص ۱۱۵ پر ملاحظہ ہو۔

[3] موت کی مزید تشریح ص ۱۱۵ پر ملاحظہ ہو۔

لایموت فیھا ولایحییٰ

اس میں نہ مریں گے نہ جئیں گے۔

یعنی زندہ تو ہوں گے لیکن منافع حیات حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ان کی حالت مردوں سے بھی بدتر ہوگی جبکہ اس کے برعکس عام مسلمانوں کے لئے یہ تبدیلی انتہائی مفید ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

تحفة المومن الموت (شرح الصدور ص ۵)

موت مومن کے لئے تحفہ ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۰ پر محشی صاحب امام طیبی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

اعلم ان الموت ذریعة الیٰ وصول السعادة الکبریٰ وسیلة الیٰ نیل الدرجة العلیا وھواحد الاسباب الموصلة للانسان الی النعیم الابدی وھو انتقال من دار الیٰ دار فھووان کان فی الظاھر فناء واضمحلا لًا ولکن فی الحقیقة ولا دة ثانیة وھوباب من ابواب الجنة منه یتوصل الیھا ولو لم یکن الموت لم یکن الجنة۔

یہ بات اچھی طرح جان لو کہ موت بہت بڑی سعادت کے حصول کا ذریعہ، مقامات رفیعہ پر فائز ہونے کا وسیلہ ہے۔ اور موت کا شمار ان اسباب میں ہے جو انسان کو دائمی نعمتوں سے سرفراز کرتے ہیں اور موت کا مطلب ایک حالت (دنیا) سے دوسری حالت (آخرت) میں منتقل ہونا ہے۔ یہ اگرچہ بظاہر

فنا اور اضمحلال ہے لیکن در حقیقت یہی اصل زندگی کی ابتداء
ہے۔ اور یہی موت جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ
ہے جس سے جنت میں داخل ہوا جاتا ہے۔ اگر موت نہ ہو تو
جنت کا حصول بھی ناممکن ہے۔[1]

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۷۰ھ کی مشہور و مستند تفسیر روح المعانی کے ج ۱۴ ص ۱۶۱ پر ہے کہ جب اللہ کے نیک بندوں کو موت آتی ہے۔

طيبة ارواحهم بالموت لكونه باب الوصال وسبب
الحياة الابدية

تو ان کی روحیں موت کی وجہ سے غایت درجہ مسرور ہوتی
ہیں کیونکہ موت ان کے لئے وصال محبوب کا ذریعہ اور ابدی،
دائمی زندگی کے حصول کا وسیلہ ہوتی ہے۔[2]

شہداء کی موت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسی زندگی سے تعبیر فرمایا ہے جس کی حقیقت و عظمت انسانی شعور سے باہر ہے۔ بل احیاء ولکن لا تشعرون اور شہداء کی حیات بعد از شہادت کے بارے میں علماء ربانیین کا ارشاد ہے:

---

[1] سمجھا ہے موت کو غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی (اقبالؒ)

[2] نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست (حضرت اقبالؒ)
مرد کے مومن ہونے کی نشانی ہی یہ ہے کہ وقت موت اس کے لب تبسم ریز ہوتے ہیں۔

فذهب کثیر من السلف الیٰ انها حقیقیة بالروح والجسد و ذهب البعض الیٰ انهاروحانیة...... والمشهور ترجیح الاول و نسب الی ابن عباس وقتاده ومجاهد والحسن و عمرو بن عبید وواصل بن عطاو الجبائی والرمانی وجماعة المفسرین

(روح المعانی ج ۳ ص ۲۰)

اکثر اسلاف کا یہ مذہب ہے کہ شہداء کی یہ حیات حقیقی ہے جو روح اور جسم دونوں کا مرکب ہے روح بھی زندہ اور جسم بھی موجود رہتا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ روحانی زندگی ہوتی ہے۔ لیکن پہلی بات (حیات حقیقی و جسمانی) ترجیح یافتہ اور مشہور ہے۔ جو کہ حضرات ابن عباس، قتادہ، مجاہد، حسن عمرو بن عبید، واصل بن عطا، جبائی اور رمانی نیز کئی دیگر مفسرین سے منقول ہے۔

کسی بھی ذی عقل پر مخفی نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مرتبہ ومقام شہداء سے کہیں ارفع واعلیٰ ہے لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعد از موت ان کی زندگی بھی شہداء کی زندگی سے کہیں افضل ہے۔

انباء الاذکیا ص ۵۱ پر مرقوم ہے:

والانبیاء اولیٰ بذالك فهم اجل واعظم وقل نبی الاوقد جمع مع النبوة وصف الشهادة

یعنی انبیاء کرام شہداء سے زیادہ جلیل القدر اور عظیم المرتبہ ہیں لہٰذا ان کے لئے بدرجہ اولیٰ حیات بعداز ممات فی

القبر ثابت ہو گئی[1]

تفصیل اجمال وبیان دلائل

جمہور امت کا یہ متفقہ عقیدہ کیسے نہ ہو جبکہ متعدد آیات مقدسہ اور احادیث مطہرہ کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل بے غبار ہو کر نکھر آتی ہے۔ چند آیات قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا بنظر غائر مطالعہ فرمائیے۔

(۱) ولو انهم اذظلموا انفسهم جآء و ك فاستغفر وا الله واستغفر لهم الرسول لوجد وا الله توابا رحيما

(سورہ النساء ۶۴)

اور اگر یہ لوگ جب بھی اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھیں آپ کے پاس حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت میں بغیر کسی قسم کی تخصیص زمانی کے فرمایا کہ روئے زمین کا کوئی باسی جس وقت بھی غیر شرعی حرکت کا ارتکاب کر کے اپنے جان پر ظلم ڈھا بیٹھے اور اس کے بعد نادم ہو کر آپ کے دربار دربار میں حاضر ہو کر توبہ و استغفار کرے اور آپ بھی اس کی مغفرت اور بخشش کی سفارش فرمادیں تو پھر میرے دریائے رحمت میں وہ جولانی آئے گی کہ مجھ سے بڑھ کر توبہ قبول کرنے والا کوئی اور ہو گا ہی نہیں۔

ناظرین کرام! عدل وانصاف کا دامن تھام کر اس آیت میں غور فرمائیے کہ اگر حضور اکرم ﷺ کی موت کا وہ مطلب ہو جو منکرین کا مدعا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ

[1] اس کی مزید تائید و تقویت ص ۲۵ تا ۲۹ پر ملاحظہ کیجئے۔

نے جملہ مومنین کو حصول مغفرت کے لئے اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہونے کا عبث حکم فرمایا؟ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا اور اس آیت کے حصے فاستغفر لھم الرسول (رسول مکرم بھی ان کے لئے طلب مغفرت کریں) کا کیا مطلب ہوگا؟ کیونکہ استغفار شفاعت و تکلم اور سننا سمجھنا لوازم حیات میں سے ہے۔ یہاں ذہن میں یہ شبہ قطعاً پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ یہ حکم حضور اکرم ﷺ کے ظاہری عہد ہمایوں کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم اور انعام کو عام رکھا ہے۔ زمان و مکان کی قید نہیں اور اطلاقات و عمومات خداوندی کی بذات خود تقیید و تخصیص کرنا شرک تشریعی (شرعی امور کو ثابت کرنے میں شارع کا شریک ہونا) ہے۔ "حضور اکرم شفیع المذنبین ﷺ کی یہ برکت حضور کی ظاہری زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ تا ابد ہے۔ اہل دل اور اہل نظر ہر لحہ اور ہر آن اس کا مشاہدہ کرتے ہیں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور (فرط رنج و غم سے) مزار پر انوار پر گر پڑا اور خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا اور عرض کرنے لگا۔[1]

یا رسول اللہ! جو آپؐ نے فرمایا ہم نے سنا۔ آپؐ نے اپنے رب سے جو سیکھا وہ ہم نے آپؐ سے سیکھا۔ اسی میں یہ آیت بھی تھی **ولو انھم اذظلموا**...... الخ میں نے اپنی جان پر بڑے بڑے ستم کئے ہیں اور آپؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سراپا شفقت و رحمت میری مغفرت کیلئے دعا فرمائیے:

---

[1] یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کے مرقد انور کی زیارت اور اس کے لئے عازم سفر ہونا شرعاً مطلوب و مستحسن اور سلف صالحین کی اتباع و پیروی ہے۔

فنودی من القبر انه قدغفر لك (تفسیر ضیاء القرآن بحوالہ امام قرطبی)

مرقد منور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔

مسند دارمی، طبقات ابن سعد، اخبار مدینہ للزبیر، دلائل النبوۃ لابی نعیم اور دیگر کتب سیر و تواریخ میں جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کا ارشاد مرقوم ہے کہ واقعہ حرہ کے دنوں میں مسجد نبوی میں میرے سوا اور کوئی آدمی نہیں تھا میں بھی ایک کونے میں چھپا ہوا تھا۔ مجھے اوقات نماز کا پتہ اذان کی اس آواز سے چلتا تھا جو حضور اکرم ﷺ کی قبر منور سے آتی تھی۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ اس سوال کا (کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شریعت مصطفویہ کا علم حاصل نہیں فرمایا تو اس شریعت کی اشاعت و ترویج کیسے فرمائیں گے؟) جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

قیل انه علیه الصلوٰة والسلام یاخذا لاحکام من نبیناﷺ شفاهابعد نزوله من قبره الشریف واید بحدیث ابی لیلیٰ والذی نفسی بیده لینزلنّ عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علیٰ قبری وقال یا محمد لا جیبنه.

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمانے کے بعد ہمارے نبی پاک ﷺ سے آپ کی قبر شریف سے بالمشافہ احکام شریعت حاصل کریں گے اور اس امر کی تائید ابو لیلیٰ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نزول فرمائیں گے پھر اگر انہوں نے میری قبر پر کھڑے ہو کر

کہا یا محمد (ﷺ) تو میں ضرور انہیں جواب دوں گا"۔

(۲) النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجه امھتھم (الاحزاب۔۶)

نبی پاک ﷺ مسلمانوں کے ان کی اپنی جانوں سے زیادہ ولی ہیں اور حضورؐ کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اب لغت عربی کی تمام کتب سے اولیٰ کے جو معنے بھی یہاں مراد لیجئے ماننا پڑے گا کہ حضور اکرم ﷺ زندہ اور حیات حقیقیہ سے متصف ہیں۔ اولیٰ سے مراد املک (زیادہ مالک) ہو یا اقرب (زیادہ قریب) یا احب الی المؤمنین (زیادہ محبوب مؤمنین کا) یا اولیٰ بالتصرف (مومنین کی جانوں میں تصرف کرنے کے زیادہ مستحق) یا کوئی اور معنی۔ مہر نیم روز کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی موت کا وہ مطلب نہیں جو اس شر ذمہ قلیلہ نے سمجھا ہے۔ یہ ارشاد بھی صرف اس عہد ہمایوں سے مختص نہیں صحیحین کی حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی موت کا وہ مطلب نہیں جو اس شر ذمہ قلیلہ نے سمجھا ہے۔ یہ ارشاد بھی صرف اس عہد ہمایوں سے مختص نہیں صحیحین کی حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس دنیا میں اور آخرت میں بھی مومنین کی جانوں سے زیادہ ان کا ولی ہوں۔ سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر حالت میں اپنے آپ کو حضورؐ کا مملوک نہ جانے وہ سنت کی حلاوت اور شیرینی کو پا ہی نہیں سکتا۔

(۳) وما ارسلنك الا رحمة للعلمين (سورۃ انبیاء۔۱۰۷)

اے حبیب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور شافع یوم النشور کی یہ شان بیان فرمائی ہے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے بلا تخصیص زمان و مکان کل مخلوقات کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے عالمین (جملہ مخلوقات) کا کوئی فرد ایسا نہیں جو آپ کی رحمت سے فیض یاب نہ ہو۔ آپ اٹھارہ ہزار عالموں کے ہر ہر فرد کے لئے سراپا رحمت ہیں اور رحمت کا مطلب ہے :

رقة القلب و انعطاف يقتضي التفضل و الاحسان

(بیضاوی)

یعنی دل کا نرم ہونا، دل میں ایسے جذبات کا پیدا ہونا جن کی وجہ سے انسان دوسرے پر مہربانی اور احسان کرے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی یہ صفت جو کسی بھی زمان و مکان کے ساتھ مقید نہیں اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہوں۔ کیونکہ بغیر زندگی اور حیات کے رحمت کا یہ معنی متحقق ہی نہیں ہوتا۔

(۴) وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنآ اجعلنا من دون الرحمن الهة يعبدون (سورۃ الزخرف۔ ۴۵)

آپ پوچھئے ان انبیاء سے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے مبعوث فرمایا کہ کیا ہم نے اپنی ذات سراپا رحمت کے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا جس کی عبادت کی جائے۔

غور فرمائیے ! اگر انبیاء کرام العیاذ باللہ مردہ ہوں، مر کر مٹی میں مل گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو یہ پوچھنے کا حکم کیا عبث فرمایا ہے ؟ شب ج سید عالم ﷺ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ جب

حضورؐ نماز سے فارغ ہوئے جبریل امین نے عرض کیا کہ سرور اکرم اپنے سے پہلے انبیاء سے دریافت فرمالیجئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کی عبادت کی اجازت دی حضور ﷺ نے فرمایا اس سوال کی حاجت نہیں (تفسیر کبیر از امام رازی ص ۴۲۰ و دیگر تفاسیر)

(۵) ولقد اتینا موسی الکتب فلاتکن فی مریة من لقآئه۔ (السجدہ۔ ۲۳)

اور بے شک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو تم ان کی ملاقات میں شک نہ کرو۔

جلیل القدر تابعی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ تم لوگ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات میں شک نہ کرو۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۴)

حضرت قتادہ کے علاوہ مفسرین کی ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے جن میں مجاہد، کلبی اور سدی رضی اللہ عنھم ہیں۔ معمولی عقل کا مالک بھی جانتا ہے کہ ملاقات باہمی زندہ لوگوں کی ہوتی ہے مردوں کی نہیں۔

(۶) ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیآء ولکن لا تشعرون۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴)

اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان قربان کرنے والوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تمہیں ان کی زندگی کی حقیقت کا شعور نہیں۔

(۷) ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیآء عند ربھم یرزقون ۔ فرحین بمآ اتھم اللہ من

فضله ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم
الاخوف علیهم ولاهم یحزنون (ال عمران ۱۶۹۔۱۷۰)
اور اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کو ہر گز مردہ گمان نہ
کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا
جاتا ہے اور ان نعمتوں کی وجہ سے مسرور ہیں جو اللہ تعالیٰ نے
اپنے فضل سے انہیں دی ہیں اور اپنے ان پسماندگان کی وجہ
سے خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک انہیں نہیں ملے۔ ان کو
کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم میں مبتلا ہوں گے۔

ان دونوں آیتوں سے مثل آفتاب نصف النہار واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ کہنے بلکہ مردہ گمان کرنے سے اللہ رب العزت جل جلالہ نے بذات خود منع فرمایا ہے اور عقل عیار کے پیدا کردہ اوہام ووساوس کو ولٰکن لا تشعرون کہہ کر رد فرمادیا کہ جب یہ امر شعور وادراک کی حدود سے ماوراء ہے تو پھر اس معاملہ میں عقلی گھوڑے دوڑانا اضاعت وقت اور محض اتباع ہوائے نفس امارہ ہے۔

صفحہ نمبر ۱۸ پر تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے کثیر مفسرین اور جمہور امت کا مرجح مذہب گزرا کہ شہداء کی یہ حیات حقیقی جسمانی ہے۔ ابن قیم جوزی متوفی ۷۰۲ھ لکھتے ہیں :

واذاکان هذا فی الشهداء کان الانبیآء بذالك احق
واولیٰ (کتاب الروح ص ۵۴)

یعنی جب شہداء کے لئے حیات ثابت ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اس سے کہیں زیادہ ثابت اور اولیٰ وافضل ہوگی۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں :

"پس ہمہ حی اند لیکن حیات ایشاں در مرتبہ کمتر است از حیات شہداء و حیات انبیاء کامل تر از حیات شہداء است۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۵)

امام تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں :

واذاثبت ذلك فی الشهید ثبت فی حق النبیﷺ بوجوه احدها ان هذه رتبة شریفة اعطیت للشهید کرامة له ولا رتبة اعلٰی من رتبة الانبیاء ولا شك ان حال الانبیاء اعلےٰ واکمل من حال جمیع الشهداء فیستحیل ان یحصل کمال للشهداء ولا یحصل للانبیاء لاسیما هذا الکمال الذی یوجب زیادة القرب والزلفٰی والنعیم والانس بالعلی الاعلٰی الثانی ان هٰذهِ الرتبة حصلت للشهداء اجرًاعلٰی جهاد هم وبذلهم انفسهم لله تعالٰی والنبیﷺ هو الذی سن لنا ذلك ودعانا الیه وهدانا له باذن الله تعالٰی وتوفیقه وقد قالﷺ من سن سنة حسنة فله اجرها واجرمن عمل بها الی یوم القیامة ومن سن سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بهاالٰی یوم القیامة...... فکل اجرحصل للشهید حصل للنبیﷺ لسعید مثله والحیاة اجر فیحصل للنبیﷺ مثلها.

جب یہ بات شہید کے حق میں ثابت ہو گئی تو نبی پاک ﷺ کے بارے میں بھی ثابت ہو گئی۔ اس کی کئی وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ حیات ایک اعلیٰ مرتبہ ہے جو شہید کو اس کی بزرگی کی وجہ سے عطا کیا گیا۔ اور شہید کا رتبہ انبیاء کے رتبہ سے اعلیٰ نہیں اور بلاشبہ انبیاء کرام کی شان تمام شہداء سے اعلیٰ اور اکمل ہے تو یہ امر قطعاً محال ہے کہ جو کمال شہداء کو حاصل ہو وہ انبیاء کو حاصل نہ ہو بالخصوص یہ کمال جو بلند و بالا ذات کے قرب و نزدیکی اور نعمت و انس کی زیادتی کا موجب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مرتبہ شہداء کو ان کے جہاد اور اپنی جانوں کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر قربان کرنے پر بطور اجر حاصل ہوا۔ اور نبی محترم ﷺ تو وہ ہیں جنہوں نے شہادت کو ہمارے لئے مسنون قرار دیا اور ہمیں اس کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کے اذن و توفیق سے اس کی ہدایت فرمائی اور حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے کوئی نیک کام جاری کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو شخص بھی اس پر عمل کرے گا جاری کرنے والے کو برابر اجر ملتا رہے[1] اور جو کوئی برا کام جاری کرے گا تو اس کا بوجھ اس کی گردن پر ہو گا[2] ...... تو جو اجر و ثواب شہید کو حاصل ہے لامحالہ نبی پاک ﷺ کو بھی حاصل ہے کیونکہ شہید کی سعی و جہد نبی کریم ﷺ

---

[1] اگرچہ عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہو گی گا۔

[2] جبکہ برائی کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

کی اتباع کی وجہ سے ہے۔ اور حیات بھی ایک اجر ہے تو جس
طرح یہ اجر شہید کو حاصل ہے نبی پاک ﷺ کو بھی ضرور
حاصل ہے۔

اور اس آیت کے عموم میں نبی اکرم ﷺ کے شامل ہونے کی اقویٰ
دلیل وہ فرمان نبوی ہے جو سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے جسے امام بخاری اور
امام بیہقی نے ذکر فرمایا ہے:

عن عائشةؓ قالت کان النبی ﷺ یقول فی مرضه
الذی توفی فیه لم ازل اجدالم الطعام الذی اکلت
بخیبر فهذاا وان انقطاع ابهری من ذلك السم.

یعنی نبی کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں فرمایا کرتے تھے کہ میں ہمیشہ
اس کھانے کی تکلیف محسوس کرتا رہا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب اسی زہر
کے اثر سے میری رگ جان منقطع ہو رہی ہے۔

اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لان احلف تسعاان رسول اللہ ﷺ قتل قتلا احب
الی ان احلف واحدا انه لم یقتل و ذلك ان اللہ تعالیٰ
اتخذہ نبیاً واتخذہ شهیدا.

(انباء الاذکیا بحوالہ امام احمد ابو یعلی طبرانی حاکم بیہقی)

یعنی میں نو مرتبہ یہ قسم کھاؤں کہ حضور اکرم ﷺ شہید ہوئے ہیں
مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں ایک بار قسم کھاؤں کہ آپ شہید نہیں ہوئے
کیونکہ اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔ حضرت عبداللہ
بن عباسؓ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

حضرت ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ

فرماتے ہیں :

فان اللہ تعالیٰ قال فی حق الشھدآء من امته بل احیآء
عند ربھم یرزقون فکیف سیدھم بل رئیسھم لانه
حصل له ایضا مرتبة الشھادة مع مزید السعادة باکل
الشاة المسمومة وعورسمھا المغمومة وانما
عصمه اللہ تعالیٰ من الشھادة الحقیقیة للبشاعة
الصوریة ولا ظھار القدرة الکاملة بحفظ فردمن بین
اعدائه من شر البریة (مرقاۃ شرح المشکوٰۃ ج ۳ ص ۲۴۱)

یعنی بلاشک وشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی امت کے شہداء کے حق میں فرمایا "بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں" سو ان کے آقا بلکہ ان کے رئیس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا کیا مرتبہ عظمیٰ ہو گا کیونکہ سعادت کثیرہ مزیدہ کے ساتھ ساتھ آپ نے مرتبہ شہادت بھی حاصل کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے زہر آلود بکری سے تناول فرمایا اور اس کا المناک زہر (عمر شریف کے آخری حصے میں) عود کر آیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت ظاہرہ سے اس کی صوری بد نمائی کی وجہ سے محفوظ رکھا نیز اپنی قدرت کاملہ کا اظہار بھی کیا کہ ایک فرد کو اس کے کائنات کے بدترین دشمنوں کے درمیان محفوظ رکھا اور وہ بھرپور کوششوں کے باوجود آپ کو ادنیٰ گزند بھی نہ پہنچا سکے۔

حضرت امام سہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ونبینا ﷺ سیدالشھدآء واعمال الشھداء فی
میزانه وقد قال ﷺ بعد و فاتی کعلمی فی

حیاتی. (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۳۵۲)

یعنی نبی مکرم ﷺ کی حیات ادنیٰ ترین شک سے مبرا ہے آپ کی یہ حیات شہداء کی حیات جس کے بارے میں ان آیتوں میں بتایا گیا ہے سے اکمل ہے اور ہمارے نبی ﷺ سید الشہداء ہیں اور شہداء کے اعمال آپ کے میزان میں ہیں اور آپ ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے کہ میرا بعد از وفات علم، اس ظاہری حیات کے علم جیسا ہی ہے۔

(۸) وكذلك جعلنكم امة وسطا لتكونوا شهدآء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا .

(سورہ بقرہ : ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تم کو (اے امت محمدیہ) سب امتوں سے افضل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پہ گواہ ہو اور رسول کریم ﷺ تم پر گواہ بنیں۔

(۹) فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلآء شهيدا (النساء۔ ۴۱)

پھر کیا کیفیت ہو گی (ان نافرمانوں کی) جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

(۱۰) انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذيرا

(سورہ احزاب۔ ۴۵)

اے نبی معظم ! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر خوشخبری سنانے والا اور بروقت متنبہ کرنے والا۔

ان تمام آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی معظم ﷺ کو شہید اور شاہد فرمایا ہے جو کہ شہادت یا شہود سے مشتق ہے۔

امام راغب المفردات فی غرائب القرآن میں فرماتے ہیں :

الشهادة والشهود الحضور مع المشاهده اما بالبصر او البصيرة.

یعنی شہادت اور شہود کا مطلب یہ ہے کہ "انسان موقع پر موجود ہو اور مشاہدہ بھی کرے۔ خواہ ظاہری آنکھوں کی بینائی سے خواہ بصیرت کے نور سے" تو اب اس معنی کے لحاظ سے ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ زندہ ہوں موجود ہوں اور آپؐ کو امت کے اعمال کی خبر بھی ہو۔ اسی لئے تو شارح بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں :

لافرق بين موته وحياته ﷺ في مشاهدته لا مته و معرفته باحوالهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك جلى عنده لاخفاء به (مواہب اللدنیہ ج ۸ ص ۳۰۵)

یعنی اپنی امت کو مشاہدہ کرنے، اس کے حالات و عزائم و خطرات قلبی کو پہچاننے کے لحاظ سے نبی پاک ﷺ کی موت و حیات میں کوئی فرق نہیں اور یہ امر آپ کے ہاں روشن ترین ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں"۔ یہی شارح بخاری اسی مواہب اللدنیہ ج ۵ ص ۲۳۷ میں حضرت عبداللہ بن مبارک سے اور وہ جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے ان کا مذہب ذکر کرتے ہیں :

ليس من يوم الاويعرض على النبى اعمال امته غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم واعمالهم

ہر روز صبح و شام نبی کریم ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے
جاتے ہیں آپ اپنے امتیوں کو ان کی علامات اور اعمال سے
پہچانتے ہیں۔

یہی مضمون علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ رحمۃ القوی نے تفسیر عزیزی میں اور علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم میں ذکر کیا ہے۔ دیگر تمام مفسرین کے اقوال اسی کے ہم معنی اور مؤید ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابرین امت کا یہ مذہب حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد مقدس کی تعمیل ہے:

فقدروی عنه علیه الصلوٰة والسلام انه قال حیاتی
خیرلکم تحدثون ویحدث لکم ومماتی خیر لکم
تعرض علی اعمالکم فمارأیت من خیر حمدت
الله تعالیٰ علیه وما رأیت من شراستغفرت الله
تعالیٰ لکم[1]

بل جاء ان اعمال العبد تعرض علی اقاربه من الموتیٰ
فقد اخرج ابن ابی الدنیا عن ابی هریرة ان النبی ﷺ
قال ولا تفضحوا امواتکم بسیأت اعمالکم فانها
تعرض علیٰ اولیاء کم من اهل القبور واخرج احمد
عن انس مرفوعاان اعمالکم تعرض علیٰ اقاربکم

---

[1] اس ارشاد نبوی کو حضرت حارثؒ نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالکؓ سے بھی روایت کیا ہے۔(القول البدیع ص ۱۶۰)

وعشائركم من الاموات فان كان خيرا استبشروا وان كان غير ذلك قالوا اللهم لا تمتهم حتى تهديهم كما هديتنا اخرجه ابوداؤد من حديث جابر بزيادة والهمهم ان يعملوا بطاعتك واخرج ابن ابی الدنيا عن ابی الدرداء انه قال ان اعمالكم تعرض على موتاكم فيسرون زيساؤن فكان ابوالدرداء يقول عند ذلك اللهم انی اعوذبك ان يمقتنی خالی عبدالله بن رواحة اذا لقيته يقول ذلك فی سجوده (روح المعانی ۲۱۳علامہ آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ

میری زندگی تمہارے لئے نری خیر ہے تم سے کوئی امر وقوع پذیر ہوتا ہے تو (مجھ پر نزول وحی کے ذریعے سے) تمہارے لیے (اس کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں) نیا حکم آجاتا ہے اور (یہ بھی جان لو کہ) میری موت بھی تمہارے لئے سراسر بھلائی اور خیر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جایا کریں گے تو تمہارے اچھے اور نیک کام دیکھ کر اللہ کا شکر اور ثنا بیان کروں گا لیکن اگر تمہارا کوئی غیر صالح فعل دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے دعاء مغفرت کروں گا (متعدد احادیث میں) آیا ہے کہ زندہ لوگوں کے اعمال ان کے قریبی اموات پر پیش کئے جاتے ہیں مثلاً محدث ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا: برے اعمال کر کے اپنے مردوں

کو شر مسارنہ کرو کیونکہ اعمال تمہارے قرابت دار قبر والوں پر پیش کئے جاتے ہیں اور امام احمد نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں اور غیر صالح ہو تو رب کریم کے حضور عرض کرتے ہیں یا اللہ ان کو ہدایت کرنے سے پہلے نہ مارنا جس طرح تو نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے۔ اور محدث ابو داؤد نے اسی حدیث کو حضرت جابر سے روایت کرتے ہوئے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے "اور ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر دے کہ وہ اپنے اعمال میں تیری اطاعت کریں"۔ اور حضرت ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو درداءؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا "تمہارے اعمال تمہارے مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں پھر (نیک اعمال دیکھ کر) خوش ہوتے ہیں اور (برے اعمال دیکھ کر) رنجیدہ ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر ارحم الراحمین سے دعا کرتے ہیں۔ "یا اللہ میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ جب میں اپنے ماموں حضرت عبد اللہ بن رواحہ سے ملاقات کروں تو وہ مجھ سے رنجیدہ ہوں"۔ وہ دعا سجدہ میں کیا کرتے تھے۔

بزار برجال صحیح ازعبد اللہ بن مسعود می آرد که فرمود مرخدارا فرشتگان اندسیاح درزمین که میرسانند مرا اعمال شمارا ازانچه بهتر است شکرمی گویم مرخدار ابران وآنچه بدمی بینم استغفارمی کنم شمارا ۔(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۸)

یعنی محدث جلیل بزار رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اور ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تخریج کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور تمہارے اعمال مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ اس میں سے جو بہتر ہوتا ہے اس پر میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور جو برا عمل مجھے نظر آتا ہے اس کے لئے تمہارے واسطے استغفار کرتا ہوں۔

آپ لوگ ان سطور کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں ڈاکٹر عثمانی صاحب نے ان تمام باتوں کا بھی انکار کیا ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ قرآن وحدیث اور ان کی روشنی میں تابعین عظام اور علماء کرام کا مذہب صحیح ہے یا ڈاکٹر عثمانی صاحب اور ان کے چند پیروکاروں کا۔

(۱۰) یایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروالہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

(سورہ الحجرات۔۲)

اے ایمان والو نہ بلند کرو اپنی آوازیں نبی معظم کی آواز سے اور نہ چلا کر ان کے سامنے بات کرو جیسے ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو (ایسا نہ ہو کہ کہیں) تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نعمت ایمان سے بہرہ ور تمام انسانوں کو متنبہ فرمارہے ہیں مطلقاً فرمایا یایھا الذین امنوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو کسی علاقے یا زمانے کے مومنوں کو مختص اور مقید نہیں کیا بلکہ دیگر احکام قرآنیہ کی

طرح عام اور مطلق رکھا، دولت ایمان سے بہرہ ور ہر خوش بخت کو چوکنا کر دیا کہ خبر دار میرے محبوب کے سامنے اس کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرنا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کی آواز سے کر لیتے ہو کہ وہ تم جیسے نہیں۔ یہ تنبیہہ تمہیں اس لئے کی جارہی ہے کہ کہیں اس گستاخی و بے ادبی کے باعث تم اپنے تمام اعمال سے ہاتھ دھو بیٹھو اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

بارگاہ مصطفوی کے آداب واطوار سکھانے والی یہ آیت طیبہ ہمارے عقیدہ منیفہ کی بین دلیل ہے کیونکہ یہ حکم کسی بھی زمان و مکان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ قیام قیامت تک کے مومنین کو شامل ہے اور اس حکم کا یہی عموم صحابہ کرام اور جمہور امت نے سمجھا ہے بیان کیا ہے۔ پس اگر نبی کریم ﷺ زندہ ہی نہیں، اپنی قبر انور میں موجود ہی نہیں، کچھ سنتے سمجھتے نہیں تو پھر اب آواز بلند کرنے کی ممانعت کا کیا مطلب؟ دو صورتوں میں سے ایک کو ماننا ہوگا یا تو یہ آیت منسوخ و مخصوص ہے، ورنہ نبی مکرم نور مجسم شفیع معظم ﷺ زندہ ہیں، اپنے مرقد انور میں حواس و مشاعر اور تصرفات کے مختار ہیں۔

حضرت العلام مولانا و مولی الروم الشیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۳۷ھ اسی آیت طیبہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

وقد كره بعض العلماء رفع الصوت عند قبره عليه السلام لانه حي في قبره (تفسیر روح البیان ج ۲۶ ص ۶۶)

مفسر شہیر حضرت ابوالفضل سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۷۰ھ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر روح المعانی میں اسی آیت طیبہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

واستدل العلماء بالآية على المنع من رفع الصوت عندقبره الشريف ﷺ.

مطلب یہ کہ علماء کرام نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے قبر انور کے پاس آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اس گستاخی و بے ادبی کو مکروہ قرار دیا ہے۔

کتب فقہ میں حضرات فقہائے کرام نے زیارت قبر شریف کے آداب میں اس بات کو خصوصی طور پر ذکر فرمایا ہے من شاء فلینظر و لیتمتع.

اگر کوئی شخص مزار اقدس وانور کے متصل اپنی دیوار میں کیل ٹھونکتا تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارضاھا عنا فوراً آدمی بھیجتیں۔

لاتؤذوا رسول اللہ ﷺ فی قبرہ

رسول مکرم ﷺ کو ان کی قبر میں ایذا نہ پہنچاؤ۔

(مواہب اللدنیہ ج ۵ ص ۲۴۷)

احناف کے مایہ ناز محدث و فقیہ حضرت ملا علی القاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۲۳ پر حضرت عمرؓ ارضاہ عنا کے درج ذیل واقعہ کو ذکر کرتے ہیں :

"حضرت عمرؓ نے حضرت سائب بن یزیدؓ کو کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا اور فرمایا کہ وہ دو آدمی جو بلند آواز سے باتیں کر رہے ہیں ان کو میرے پاس بلاؤ۔ وہ دونوں حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہاں کے ہو تم دونوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اہل طائف میں سے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم پردیسی ہو آداب مسجد نبوی سے اتنے واقف نہیں اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے اور نبی کریم ﷺ کی مسجد میں اسی طرح بلند آوازی کرتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ فرمایا تمہیں لحاظ نہیں کہ رسول اللہ کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو :

ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ ﷺ (رواہ البخاری)

اس آخری جملہ کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای خصوصا اذمع شرافته له زیادة مزیة انه علیه السلام فی قبره حی وقال تعالیٰ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی.

یعنی ایک تو مسجد اور پھر مسجد نبوی جس میں مزید عظمت و شرافت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس سے متصل اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کی آواز سے بلند آواز اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

احادیث رسول کریم

علیہ التحیۃ والتسلیم

(۱) ابو یعلی نے اپنی مسند اور امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب حیات الانبیاء میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت انس بن مالکؓ سے نبی اکرم شفیع معظم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے :

الانبیآء احیاء فی قبور هم یصلون

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس حدیث شریف کے بارے میں شیخ الحدیث انور شاہ صاحب کشمیری لکھتے ہیں :

وفی البیهقی عن انس وصححه الحافظ فی المجلد السادس (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴)

یعنی اس حدیث کو بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری ج ۶ میں اس کی

موافقت کی ہے۔

اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے کشمیری صاحب لکھتے ہیں :

وحینئذ معناہ ان ارواح الانبیاء علیھم السلام لیست بمعطلة عن العبادات الطیبة والافعال المبارکة بل ھم مشغولین[1] فی قبورھم ایضا کما کانوا مشغولین حین حیاتھم فی صلاة وحج وکذلك حال تابعیھم علیٰ قدرالمراتب.

یعنی اس لحاظ سے اس حدیث انس کا معنی ہو گا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح مقدسہ عبادات طیبہ اور افعال مبارکہ سے معطل نہیں بلکہ وہ حضرات اپنی اپنی قبور میں مثل حیات دنیوی ظاہری نماز و حج وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں اور حسب مراتب آپ ﷺ کی اتباع کرنے والوں کا بھی یہی حال ہے۔

اس حدیث پر اپنی گفتگو کو یوں سمیٹا ہے :

والحاصل ان الحیاة فی حدیث البیھقی انماھی باعتبارا لافعال ولذاکلما ذکر فی الاحادیث حیاة احدذکرمعه فعل عن افعاله ایضالیکون دلیلا علیٰ وجه الحیاة اماحیاة نفس الروح فھی بمعزل عن النظر . (فیض الباری ج ۲ ص ٦٥)

یعنی اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث بیہقی میں حیات صرف افعال کے لحاظ سے ہے (یعنی وہ لوگ اعمال صالحہ افعال حسنہ مثل دنیا بجا لاتے رہتے ہیں) اور اسی لئے جب بھی احادیث میں کسی کی حیات کا ذکر ہوا، اس کے افعال میں

---

[1] ھکذا وجدت فی الاصل، المطبوع من مکتبہ محمد یعقوب فراہی۔

سے کسی فعل کا بھی ذکر ہوتا تاکہ صورت حیات کی وضاحت و دلیل ہو باقی رہی حیات روح تو وہ تو نظر و فکر سے الگ تھلگ ہے۔ (اس کے ثبوت کے لئے دلائل کی ضرورت نہی، دلائل کے علیحٰدہ ہونے کے باوصف بھی ثابت ہے)۔

(۲) الحلیة لابی نعیم میں حضرت ابن عباسؓ سے اور صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے:

ان النبی ﷺ لیلة اسری به مربموسیٰ علیه السلام
وهو یصلی فی قبره وفی روایة قائم یصلی فی قبره

حضور اکرم ﷺ نے شب معراج حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب سے گزر فرمایا (تو دیکھا) کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

عثمانی صاحب نے تاحال تو اس حدیث کو ضعیف اور منکر نہیں قرار دیا البتہ اپنی محرفانہ طبیعت سے مجبور ہو کر چند عقلی لیکن حقیقت میں عقل سے کوسوں دور شبہات وارد کئے ہیں موصوف کے کتابچہ عذاب قبر ص ۲۰، ۲۱ کا فوٹو ملاحظہ ہو:

موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا مسلم کی ایک اور حدیث قبر میں زندگی کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ جب مکہ سے معراج کی رات بیت المقدس تشریف لے گئے تو راستہ میں آپؐ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ الفاظ یہ ہیں:

"مررت علی موسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب
الاحمر وهم قائم یصلّی فی قبره . (مسلم عربی جلد ۲ ص ۲۶۸)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا معراج کی رات موسیٰ کی اس قبر پر سے گزرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے قریب ہے، وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

(مسلم جلد ۲ عربی ص ۲۶۸)

اس حدیث سے قبر کے شیدائیوں نے "قبر میں زندگی" کے اس کمزور سہارے کو دانتوں سے پکڑ لیا ہے۔ حالانکہ اسی صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ، موسیٰ کی قبر کے پاس سے گزر کر جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعد میں ان کی امامت کر کے نماز پڑھائی۔ قبر کے ان پروانوں کی ہر ادا نرالی ہے۔ صرف قبر میں زندہ ثابت کرنے سے ان کا کام چل گیا۔ آخر بیت المقدس میں ان کو کیوں زندہ نہیں جانتے ان کے لحاظ سے تو بیت المقدس میں موسیٰ علیہ السلام کی اس دنیا میں زندگی کا آخری ثبوت ملتا ہے۔ مزید برآں یہ حضرات شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دوسرے انبیاء محمد ﷺ سے پہلے براق اور جبرئیل[۱] کی رفاقت کے بغیر ہی آسمانوں پر واپس پہنچ گئے اور اس برگزیدہ گروہ میں صرف فوت شدہ انبیاء ہی نہیں بلکہ زندہ نبی عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اب اگر یہ دریافت کیا جائے کہ بیت المقدس میں نبی ﷺ نے انبیاء کو امام بن کر نماز پڑھائی اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا بھی پھر جب یہاں سے فارغ ہو کر آسمانوں پر گئے اور ان انبیاء سے ملاقات ہوئی تو ان کو پہچان کیوں نہ پائے اور ہر مرتبہ

۱۔ ہم ان کو زندہ مانتے ہیں، جانتے ہیں لیکن قبور پر نور میں قیدیوں کی طرح محبوس نہیں جانتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل خاص سے یہ قوت عطا فرما رکھی ہے کہ وہ جہاں چاہیں آئیں جائیں عالم علوی، سفلی میں حسب مشیت تصرف کریں ص ۶۱ بھی ملاحظہ ہو۔

جبرئیل علیہ السلام سے یہ کیوں پوچھنا پڑا کہ : من هذایا جبرئیل (یہ کون صاحب ہیں اے جبرئیل) اور جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ ھذا آدم "(یہ آدم ہیں)" ھذا عیسیٰ ھذا موسیٰ، ھذا ابراہیم۔ (بخاری جلد اول ص ۴۷۱۔ ۴۷۰، حدیث معراج) (عن ابی ذرؓ و مسلم جلد ا۔ ص ۹۲۔ ۹۳) تو جواب میں چپ سادھ لی جاتی ہے۔ دراصل معراج کی رات پوری کی پوری معجزہ کی رات ہے۔ اس دنیا میں جن انبیاء کو دکھایا گیا ان کو انکی دنیاوی زندگی کے کسی دور کی شکل وصورت میں معجزہ کے طور پر دکھایا گیا وہ آسمانوں سے نیچے اتر کر نیچے نہیں آئے اور نہ وہ اپنی آسمانی شکلوں میں تھے ورنہ یہاں ان کو دیکھ کر جب نبیؐ آسمان پر گئے تھے تو فوراً پہچان لیتے اور جبرئیل سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی مزید براں نبیؐ نے اوپر آسمانوں میں جا کر انبیاء سے ملاقات کی نیچے زمین میں داخل ہو کر تو نہیں کہ انبیاء کو قبروں میں زندہ مانا جائے۔

عثمانی صاحب کو دراصل یہ سمجھ میں نہیں آسکا کہ ایک شخص بیک وقت متعدد مقامات پر کس طرح ہو سکتا ہے۔

قارئین کرام : زمان و مکان کی یہ حدود اور قیود صرف اور صرف جسمانی ومادی کثافتوں کی وجہ سے ہیں جس قدر یہ کثافتیں معدوم ہوتی جائیں زمان و مکان کے حجابات اٹھتے جائیں گے۔ انسان جب سو جاتا ہے تو اس کی روح اس کی جسمانی کثافتوں کی قیود سے آزاد ہو جاتی ہے اور آسمان کی بے کراں پہنائیوں، رفعتوں زمین کی اتھاہ پنہائیوں کی سیر دور دراز مقامات پر اعزہ واقارب سے ملاقات کے علاوہ اور کئی ناقابل یقین عجیب و غریب واقعات کا مظاہرہ کر رہی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اس کا تعلق جسم کے ساتھ بھی موجود رہتا ہے۔

اسی طرح ملائکہ چونکہ جسمانی کثافتوں سے آزاد ہیں سو بیک وقت

متعدد مقامات پر موجود ہوتے ہیں اگرچہ ہم ان کو نہیں دیکھ پاتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب وحی لے کر آتے تو اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ اب ان کا سدرۃ المنتہی سے کوئی تعلق نہیں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں :

ان جبريل عليه السلام مع ظهوره بين يدى النبى عليه الصلوٰة والسلام فى صورة دحية الكلبى اوغيره لم يفارق سدرة المنتهى [1] (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵)

بلاشک و شبہ جبریل حضور اکرم ﷺ کے حضور دحیہ کلبی یا کسی اور صحابی کی صورت میں ظاہر ہونے کے باوجود کبھی بھی سدرۃ المنتہی سے جدا نہ ہوئے۔

محققین کا خیال ہے کہ مشاہدہ جمال و جلال حق میں مستغرق رہنے کی وجہ سے جب نیک امتی کا حال ارواح کی طرح ہو جاتا ہے تو مظہر صفات خداوند ذوالجلال ہو جاتے ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حبیب رب العلا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء جنہوں نے اپنی سر کی آنکھوں سے ذات باری تبارک و تعالیٰ کو دیکھا ہے بدرجہ کمال واتم اس وصف سے متصف ہوں گے۔ سو اس وصف کے پیش نظر ان کے سامنے نہ کوئی زمانی حجاب ہوگا نہ مکانی۔ امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ فرماتے ہیں :

وكل ذلك صحيح لا يخالف بعضه بعضا فقدیری موسى عليه السلام قائما يصلى فى قبره ثم يسرى [2]

---

[1] یہی بات شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۵ پر بیان کی ہے

[2] معراج و اسراء کے لئے براق اور جبریل کی رفاقت لازمی ضروری نہیں جس طرح کہ عثمانی صاحب کا خیال ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان اسباب کے بغیر بھی اس بات پر قادر ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ وہ حضرات قدسی صفات اس عالم اسباب سے جا چکے ہیں۔

بموسیٰ وغیرہ الی البیت المقدس کما اسری
بنبینا ﷺ فیراھم فیہ ثم یعرج بھم الی السمٰوت
کما عرج نبینا ﷺ فیراھم فیھا کما اخبر وحلولھم
[1]فی اوقات بمواضع مختلفات جائزفی العقل
کماورد بھا خبر الصادق وفی کل ذلک دلالۃ علی
حیاتھم (حیاۃ الانبیاء ص ۱۴)

یہ تمام باتیں صحیح ہیں ان میں باہمی تضاد نہیں تحقیق رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ کو ان کی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اس کے بعد حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح بیت المقدس لے جایا گیا جس طرح نبی مکرم ﷺ کو چنانچہ آپ ﷺ نے یہاں بھی ان حضرات کو دیکھا پھر ان حضرات قدسی صفات کو اسی طرح آسمانوں کی بلندیوں پر لے جایا گیا جس طرح حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے وہاں بھی ان حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کی جس طرح کہ آپ ﷺ نے خود بتایا ہے اور ان حضرات کا مختلف مقامات[2] پر مختلف اوقات میں موجود ہونا عقلاً بھی جائز ہے اور الرسول الصادق الامین کی خبر اس پر مستزاد ان تمام واقعات میں یہ دلالت موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔

---

[1] معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام بیک وقت مختلف مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور یہ نئی اور خود ساختہ بات نہیں بلکہ قرون اولیٰ کے حضرات کا یہی مذہب تھا۔ عقل و نقل سے یہی بات ثابت ہے۔

[2] اور اسی طرح اگر اہل سنت و جماعت کہیں کہ "نبی ﷺ حاضر و ناظر ہیں" تو ان پر غصہ کیوں کہ یہ بات انہوں نے اپنی ذاتی اغراض اور مخصوص نظریات کی اشاعت کے لئے تو نہیں تراشی بلکہ انہوں نے اسلاف کبار رحمہم اللہ کی اتباع کی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ نبی کریم ﷺ نے پھر ان حضرات کے بارے میں جبریل علیہ السلام سے کیوں پوچھا۔ من ھذا (کون ہیں یہ؟) تو اس سلسلے میں ایک بنیادی بات ذہن میں رکھیئے کہ سوال عدم علم کی دلیل نہیں ہوتا۔ اور قرآن و حدیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں :

واذقال اللہ یعسی ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ قال سبحنك مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته (المائدہ۔۱۱۶)

اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو تو حضرت عیسیٰ عرض کریں گے کہ تیری شان بہت بلند ہے میرے لئے مناسب نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے کہا بھی ہوتا تو تجھے ضرور علم ہوتا۔

معلوم ہوا کہ پوچھنا جہالت کی دلیل نہیں بلکہ اور مقاصد کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری گذارش یہ کہ یہ ایک تعارفی انداز ہے۔ ایک آدمی جب اپنے کسی دوست کو اپنے علاقے میں گھماتا پھراتا ہے سیر کراتا ہے تو اس قسم کے کلمات بولے ہی جاتے ہیں۔ یہ کون صاحب ہیں۔ ان سے پہلے بھی کہیں ملاقات تو ہوئی ذرا ان کا تعارف کروائیے وغیرہ۔ دیکھئے جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کو ہمراہ لے کر آسمان دنیا پر پہنچے تو اس آسمان کے خازن نے کہا من ھذا بھئی کون ہو قال ھذا جبرئیل جبرئیل ہوں، پھر خازن نے پوچھا ما معک احد، کوئی ساتھ بھی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا معی محمد میرے ساتھ محمد (ﷺ)

ہیں۔ اور ہر آسمان پر یہی معاملہ ہوا ان آسمانوں کے خازنوں نے حضرت جبریل سے بھی یہی سوال کیا۔ کیا وہ حضرت جبریل کو نہیں پہچانتے تھے۔ یہاں یہ شبہ قطعانہ دل میں آئے کہ اگر باہر سے آکر کوئی دروازہ کھٹکھٹائے تو ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ دروازے پر کون ہے اگرچہ کوئی انتہائی ہی قریبی ہو کیونکہ آسمان دروازے یا دیوار کی طرح ٹھوس اور مجسم نہیں بلکہ ایک لطیف شی ہے نیز ملائکہ اور ہمارا حال مساوی نہیں۔ ملائکہ کے لئے کوئی حجاب، رکاوٹ اور پردہ نہیں۔ وھذا جلی لا خفاء فیہ.

معزز قارئین کرام! ایمان اور علم میں صرف اور صرف یہ فرق ہے کہ علم، عقل کا نتیجہ ہے۔ حواس خمسہ (دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے اور چھونے کی قوتوں) کا ثمرہ ہے لیکن ایمان ان قوائے مدرکہ اور حواس و مشاعر کے دائرہ سے کہیں بلند اور ماوراء اشیاء کو بن دیکھے صرف اور صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتانے پر تسلیم کر لینے کا نام ہے۔ خدا کو کس نے دیکھا، وہ کیسے ہے، ملائکہ، جنت، دوزخ کا کس نے مشاہدہ کیا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ محض عقل سے کیسے ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ قرآن ہے، اسی لئے تو کفار کہا کرتے تھے کہ یہ سابقہ لوگوں کی کہانیاں ہیں، کوئی ان کو آکر بتلاتا ہے سو یہ ہمیں پڑھ کر سناتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں تو متقین کی صفت ہی یہ بیان کی گئی ہے یؤمنون بالغیب وہ ان دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں۔ جب آپ ان سب اشیاء کو بن دیکھے بغیر عقل کے فیصلے مانتے ہیں تو پھر آخر صرف حیات بعد الموت کو آپ اپنی عقل کی کسوٹی سے کیوں ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

(۳) تمام کتب حدیث میں حضور اکرم ﷺ کی پاک زبان وحی ترجمان سے معراج کا واقعہ موجود ہے۔ کہ حضور اکرم ﷺ کا اس رفیع القدر سفر میں

حضرت عیسیٰ، موسیٰ، ابراہیم علی نبیّنا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے گذر ہوا تو وہ حضرات کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ نیز یہ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بیت المقدس میں جمع ہوئے، حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور امامت کرائی۔ پھر مختلف آسمانوں پر ان حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور انور ﷺ کا استقبال کیا۔ آپ کو خوش آمدید کہا۔ حریم ناز سے واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ سے بتکرار عرض کیا کہ نمازوں کی یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ کی امت یہ بوجھ نہیں اٹھا سکے گی۔

انصاف فرمائیے کہ کیا ان افعال کو سرانجام دینے والے مردہ ہوتے ہیں؟

(۴)عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلے علے مائة فی یوم الجمعة ولیلة الجمعة قضی اللہ له مائة حاجة سبعین من حوائج الاخرة وثلاثین من حوائج الدنیا و کل اللہ بذالك ملكا یدخله فی قبری كما یدخل علیكم الهدایا یخبرنی من صلے علے باسمه و نسبه وعشیرته فاثبته عندی فی صحیفة بیضاء

(بیہقی۔ ترغیب)

حضرت انسؓ سے حضورؐ پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی مروی ہے کہ جو شخص مجھ پر جمعرات اور جمعہ کو سو دفعہ درود شریف پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ اس درود شریف پر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے جو اس درود شریف کو مجھ پر یوں

پیش کرتا جیسے تم ایک دوسرے کو تحائف پیش کرتے ہو۔اور وہ فرشتہ مجھے بتاتا ہے کہ فلاں قبیلے فلاں نسب کے فلاں نام کے آدمی نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ سو میں اسے اپنے پاس موجود نفیس کتابچہ میں لکھ لیتا ہوں۔

غور کیجئے سننا، سمجھنا، جواب دینا، لکھنا اور کھڑے ہو کر نمازیں پڑھنا کیا مردوں کے بس میں ہوتا ہے۔ اور مزید سنیئے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ان علمي بعد موتي كعلمي في الحياة (ابن منده۔اصبهانی) تمہارے ان اعمال کی مجھے خبر ہو جاتی ہے تم اس میں شک نہ کرو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ بغیر کسی شک کے جان لو کہ میرے علم و شعور کی کیفیت میری موت (ظاہری عارضی) کے بعد بھی وہی ہوگی جو اس حیات (دنیوی، ظاہری) میں ہے۔

(۵) امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی کتاب حیاۃ الانبیاء ص ۱۳ پر حضرت اوس بن اوس ثقفی سے مروی حضور پر نور ﷺ کا ارشاد رقم کیا ہے:

افضل ايامكم الجمعة فيه خلق آدم و فيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلوٰة فيه فان صلوٰتكم معروضة علي قالوا وكيف تعرض صلاتنا عليك وقدارمت يقولون بليت فقال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبيآء.

تمہارے سب دنوں میں افضل دن جمعہ ہے کیونکہ اسی دن حضرت آدم کی تخلیق ہوئی اسی دن ان کا انتقال ہوا۔ اسی دن صور پھونکا جائے گا اور لوگ بے ہوش ہو جائیں گے سو اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ کیونکہ تمہارا درود میرے

حضور پیش کیا جاتا ہے عرض کیا گیا یارسول اللہ! ہمارا درود بھلا آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ تو حبیب علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر (بوجہ تکریم) حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد[1] طاہرہ کو کھائے۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام احمد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام دارمی ابن خزیمہ، ابن حبان، طبرانی (فی الکبیر)، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور امام حاکم نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ المختصر یہ کہ یہ حدیث صحیح احادیث کے اکثر مجموعوں میں موجود ہے۔ اس حدیث کے بارے میں حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے انه علی شرط البخاری ولم یخرجاه ۔ یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط تخریج حدیث پر پوری آتی ہے تاہم صحیحین میں یہ حدیث موجود نہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے الاذکار میں اس حدیث کو صحیح ثابت کیا ہے حافظ عبدالغنی اور حافظ منذری نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ابن دحیہ کا ارشاد ہے صحیح محفوظ۔ یہ حدیث صحیح محفوظ اور عادل رواۃ کی روایت ہے۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے اس حدیث کے ایک راوی "حسین بن علی الجعفی جو کہ اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے روایت کر رہے ہیں"۔ کے بارے میں اپنی کتب میں لکھا ہے کہ حسین بن علی کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع حاصل نہیں بلکہ وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتے ہیں جو کہ منکر الحدیث ہے

۱۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ ربہ القوی فرماتے ہیں: و ظاہر آنست کہ نا خوردن زمین جسد شریف را کہ کنایت است از حیات (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۴۸) ظاہر ہے کہ زمین کا جسد شریف کو نہ کھانا حیات سے کنایہ ہے (کیونکہ جواب سائلے)

لیکن غلطی سے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کہتے ہیں اور وہ ثقہ ہیں بعض دیگر حفاظ حدیث نے بھی یہ علت بیان کی ہے۔ عثمانی صاحب کو یہ چند حروف مل گئے سو ان پر خوب حاشیہ آرائی کی سو مناسب ہو گا کہ یہاں ذرا تفصیل سے کام لیا جائے حسین بن علی الجعفی کی علم و نقد حدیث میں جلالت اور رسوخ کو ائمہ حدیث نے خراج تحسین پیش کیا ہے ان کی ثقاہت و دیانت وعدالت پر اتفاق ہے اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر، حسین بن علی کے ہم عصر تھے اور ان کی کوفہ میں تشریف آوری بھی ثابت ہے جس طرح کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کوفہ آئے سو ممکن ہے کہ ابن جابر کوفہ آئے ہوں اور حسین بن علی الجعفی نے ان سے یہ حدیث سنی ہو اس حدیث کی اسناد متعددہ میں حسین بن علی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر یعنی انہوں نے بذات خود مجھے یہ حدیث سنائی کہہ کر حدیث بیان کی ہے یہ بات عقل سے کوسوں دور ہے کہ حسین الجعفی جیسا معتبر، ثقہ، صاحب علم و نقد اور دیانت وامانت میں مشہور شخص ابن جابر سے کوئی حدیث سنے بغیر کہہ دے کہ میں نے ان سے سنی ہے حقیقت یہ ہے کہ حسین بن علی الجعفی کو دونوں عبدالرحمٰن سے سماع حاصل تھا لیکن بوجوہ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری وبعض دیگر ائمہ کو یہ بات معلوم نہ ہو سکی (اور اس کی کئی مثالیں ہیں اور نہ ہی یہ ناممکنات میں سے ہے) حافظ ابوالحجاج مزی نے تہذیب میں ابن جابر کے تذکرہ میں صراحت کی ہے۔ کہ حسین بن علی اور ابو اسامہ دونوں نے ان سے روایت کیا ہے اور ان سے حسین بن علی کی روایت مستند سمجھی جائے گی اور اس طرح حافظ دارقطنی نے بھی لکھا ہے کہ حسین بن علی الجعفی کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع حاصل ہے سو بات واضح ہو گئی کہ اس حدیث کے راوی اول سے لے کر آخر تک ثقہ، عادل اور تام الضبط ہیں اسی لئے تو دیگر آئمہ حدیث نے اس حدیث کی تصحیح و

تصدیق اور ثقاہت کو ذکر کیا ہے اور اسی بنا پر ہی تو ابن دحیہ نے کہا :

انہ صحیح بنقل العدل عن العدل ومن قال انہ منکر او غریب لعلۃ خفیۃ بہ فقد استروح لان الدارقطنی ردھا (مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۲۳۹)

یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے راوی یکے بعد دیگرے عادل ہیں اور جن حضرات نے اس حدیث میں کسی علت خفیہ کو تصور کرتے ہوئے اسے منکر یا غریب کہا ہے انہوں نے اس معاملے میں پوری چھان بین نہیں کی اور اگر بفرض محال ایک منٹ کے لئے اسے ضعیف تصور کر بھی لیا جائے تو پھر بھی تعدادِ طرق (مختلف واسطوں سے مروی ہونے) کی وجہ سے اس کا ضعف جاتا رہے گا جس طرح کہ علماء اصول حدیث نے تصریح کی ہے اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی شاہد وہ تمام احادیث ہیں جو حضرات ابوہریرہ، ابودرداء، ابوامامہ، ابومسعود، انس، حسن رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہیں اور ان سے لفظاً و معناً اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔

کتنے ایسے راوی ہیں کہ دیگر ائمہ فن اور ناقدین نے انہیں متروک ضعیف اور منکر کہا ہے لیکن امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے ان کی احادیث کی تخریج کی ہے کسی بھی راوی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جمہور کی رائے دیکھی جائے وگرنہ شاید ہی کوئی ایسا راوی ہو جس کے بارے میں جرح کے اقوال وارد نہ ہوئے ہوں آپ حضرات بخوبی واقف ہوں گے کہ امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کے متعلق بعض حضرات نے جرح کرتے ہوئے انتہائی شدید بلکہ نازیبا اور ناگفتہ بہ کلمات کہے ہیں۔ لیکن امت مسلمہ کی اکثریت کا ان کے بارے میں نظریہ و اعتقاد آپ سے مخفی نہیں۔

(۶) علامہ ابن قیم الجوزی متوفی ۷۵۱ھ نے حضور اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کے موضوع پر اپنی کتاب "جلاء الافہام فی ذکر الصلوٰۃ علیٰ خیر الانام" میں امام طبری کی سند سے ایک حدیث نقل کی ہے یہ حدیث مع ترجمہ[1] از قاضی محمد سلیمان منصور پوری ملاحظہ ہو۔

"طبرانی نے دوسری سند کے ساتھ ابو الدرداءؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلی علی الابلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

جمعہ کے دن درود بکثرت پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ یوم مشہود ہے۔ فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں۔ جو بندہ درود پڑھتا ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ عرض کیا گیا حضور کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

"اس[2] حدیث کو حافظ منذری نے ترغیب میں ابن ماجہ کی سند جید کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے"

---

[1] میں نے عمداً قاضی سلیمان صاحب منصور پوری کا ترجمہ ذکر کیا ہے تاکہ ان کی شہادت بھی شامل ہو جائے۔ (خالد)

[2] اصل جلاء الافہام میں ان الفاظ کا اضافہ ہے۔

اگر حضور انور ﷺ کی موت کا وہ مطلب لیا جائے جو ڈاکٹر عثمانی نے کشید کیا ہے تو اس حدیث میں سرورِ کونین ﷺ نے صحابہ کرام کے سوال پر جو جواب ارشاد فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہو گا؟ اور درود پڑھنے والے کی آواز پہنچنے کا کیا مقصد؟ اور کس کو پہنچتی ہے؟ ترغیب منذری میں حدیث ابی الدرداء کے تحت فاضل محشی علامہ مصطفیٰ محمد عمارہ صاحب حضور پرنور کے جوابی ارشاد گرامی کا مدعا بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

فاخبر رسول اللہ ﷺ انه حي في قبره يسمع صلاة المصلي فياذن الله له ان يرد عليه السلام

یعنی رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ التسلیم نے صحابہ کو بتادیا کہ آپ قبر میں بھی زندہ ہیں، درود خوانوں کا درود سنتے ہیں اور باذن اللہ ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۱ اور امام سخاوی نے القول البدیع ص ۱۵۸ پر اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ذکر فرمائے ہیں:

فنبي الله حي يرزق

یعنی حضورؐ نے فرمایا اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔ امام ابن ماجہ، طبرانی اور ابن قیم نے انہی الفاظ کو اپنی اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ناظرین کرام! خیال رکھیئے کہ حافظ منذری اور امام ابن ماجہ اس حدیث کو صحیح اور سند جید سے مروی بتارہے ہیں اور کتاب میں تخریج کرنے والے علامہ ابن قیم ہیں۔ عثمانی صاحب ان جلیل القدر علماء کے سامنے پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

(۷) عن ابي هريرة قال قال رسول اللہ ﷺ من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي غائبا

ابلغته. (ابناء الاذکیا علامه السیوطی بحواله امام بیهقی امام اصبهانی (ترغیب) نیز اس حدیث کی تخریج امام سخاوی و صاحب مشکوٰۃ نے بھی کی ہے)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو غائبانہ درود شریف پڑھے مجھے پہنچا[۱] دیا جاتا ہے۔

(۸) ابناء الاذکیا میں علامہ جلال الدین سیوطی نے بحوالہ تاریخ امام بخاری حضرت عمار بن یاسرؓ سے نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کا ارشاد[۲] گرامی نقل کیا ہے:

۱۔ اس سے یہ شبہ ہر گز نہ ہونا چاہئے کہ حضور پر نور ﷺ دور کی آواز کو نہیں سن سکتے۔ قبل ازیں آپ ابن قیم کے حوالے سے حضور کا ارشاد ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بلغنی صوتہ درود خواں کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں۔ دلائل الخیرات (درود شریف کا حسین مجموعہ جسے تمام مکاتب فکر کے علماء پڑھتے اور پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور موجودہ حکومت سے قبل حرمین شریفین میں دیگر شیوخ کی طرح شیخ الدلائل بھی ہوتے تھے جو دلائل الخیرات کی اجازت دیا کرتے تھے میں مذکور ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اسمع صلوٰۃ اهل محبتی: اہل محبت کا درود میں خود سنتا ہوں۔

۲۔ حضرت عمار بن یاسر کی اسی روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح، ابو القاسم التیمی نے اپنی ترغیب حارث نے اپنی مسند، ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب، طبرانی نے معجم کبیر، رویانی نے اپنی مسند، ابن حرج نے اپنی ...ن، ابن نصر طوسی نے اپنی کتاب احکام اور بزار نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔ (القول البدیع، جلاء الافہام) امام سخاویؒ نے ص ۱۱۲ پر اس حدیث کی صحت ثابت کی ہے۔

ان لله تعالیٰ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق قائم علیٰ قبری فما من احد یصلی علیّ صلاۃ الّا بلغنیھا۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک فرشتے کو تمام مخلوقات کی آوازیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے وہ میری قبرِ انور پر کھڑا ہے تو جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ مجھے پہنچا دیتا ہے۔

الترغیب میں بحوالہ امام بزار حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

الا ابلغنی باسمہ واسم ابی ھذا فلان بن فلان یصلی علیک

یعنی حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ وہ فرشتہ مجھے درود خواں کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ "یارسول اللہ آپ کے فلاں بن فلاں غلام نے آپ پر درود بھیجا ہے"۔ اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے علامہ سخاوی نے القول البدیع ص ۱۱۲ میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

"پھر اللہ تعالیٰ اس کے ہر درود کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے"

(۹) امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حبر الامۃ رأس المفسرین، حضور پرنور ﷺ کے عم زاد حضرت ابن عباس کا ارشاد کرتے ہیں:

لیس احد من امۃ محمد ﷺ یصلی علیہ صلوٰۃ الا وھی تبلغہ یقول لہ فلان یصلی علیک کذا و کذا

(حیاۃ الانبیاء ص ۱۸)

رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا جو امتی

بھی آپ پر درود بھیجتا ہے وہ آپ کو پہنچ جاتا ہے[1]

فرشتہ حضور انور ﷺ سے عرض کرتا ہے "فلاں شخص یوں یوں آپ پر درود پڑھ رہا ہے"

اور اسی کتاب کے اسی صفحہ پر بسند الامام حضرت سلیمان بن سحیم کا قول نقل ہے :

---

[1] اس سے پہلے گذرا کہ ملائکہ سیاحین درود سلام پہنچاتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ خود بھی سماع فرما لیتے ہیں اور ان احادیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ایک عظیم الخلقت فرشتہ نبی مکرم ﷺ کے مزار پر انوار پر موجود ہے اور وہ تمام دنیا میں سے درود و سلام کی آواز سن کر حضور پر نور ﷺ سے عرض کرتا ہے۔ اس میں کوئی منافات یا ضد نہیں روز مرہ کا مشاہدہ اس کیفیت کی تائید کرتا ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی فیض الباری ج ۲ ص ۳۰۲ پر لکھا ہے: واعلم ان حدیث عرض الصلوٰة علی النبی ﷺ لا یقوم دلیلا علی نفی علم الغیب وان کانت المسئالة فیه ان نسبة علمه ﷺ و علمه تعالیٰ کنسبة المتناهی بغیر المتناهی لان المقصود بعرض الملائکة هوعرض تلک الکلمات بعینها فی حضرته العالیة علمها من قبل اولم یعلم کعرضها عندرب العزة ورفع الاعمال الیه فان تلک الکلمات مما یحیا به وجه الرحمن فلاینفی العرض العلم فالعرض قدیکون للعلم واخری لمعان اخرفاعرف الفرق یعنی اس چیز کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں صلوٰة و سلام بواسطہ فرشتہ پیش ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث نفی علم غیب کی دلیل نہیں اگرچہ اس مسئلہ میں حقیقت تو یہ ہے کہ نبی ﷺ کے علم کی اللہ جل مجدہ کے علم کے ساتھ نسبت کی مثال وہ نسبت ہے جو متناہی کو غیر متناہی سے ہوتی ہے ملائکہ کے ذریعے عرض صلوٰة و سلام سے مقصود نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں بعینہ انہی کلمات کو پہنچانا ہوتا ہے۔ حضورؐ کو پہلے سے علم ہے یا نہیں اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح کہ ملائکہ مسلمانوں کے احوال و اعمال اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور اس عرض ملائکہ و رفع اعمال کا علم الٰہی کے وجود و عدم سے کوئی تعلق نہیں۔

رأیت النبی فی النوم فقلت یا رسول اللہ ھؤ لاء الذین یاتونک فیسلمون علیک اتفقہ سلامھم قال نعم وارد علیھم۔

میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو عرض کیا یارسول اللہ! یہ لوگ جو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہیں سلام عرض کرتے ہیں تو کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں اور ان کو سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

اسی قول سلیمان بن سحیم کو امام سخاوی نے بھی ذکر کیا ہے۔ نیز حضرت ابراہیم بن شیبان کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ کہ وہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر السلام علیک یا رسول اللہ عرض کیا تو قبر شریف سے جواباً ارشاد مرحمت ہوا: وعلیک السلام۔

اور حضرت الشیخ ابو العباس مرسیؒ فرماتے ہیں:

صافحت بکفی ھذا رسول اللہ ﷺ

(فتاویٰ حدیثیہ لابن حجر ہیتمی ص۲۵۶)

میں نے اپنے اس ہاتھ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

ڈاکٹر عثمانی نے آیات طیبات، احادیث کریمہ، ساری امت کے اجماع اور عقل و شعور کے خلاف ایک نئی بات بھی نکالی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ان قبور میں نہیں بلکہ ان کی ارواح جنت میں ہیں۔ ان قبور میں کچھ بھی نہیں (نعوذ

باللہ من ذالک)اوپر مذکورہ تمام احادیث کا بنظر غائر ایک بار پھر مطالعہ فرمائیے کیا ان میں انہی زمینی قبور کا ذکر ہے یا جنت کا یا کائنات کے کسی اور گوشے میں زمین کے علاوہ مثالی قبور کا۔

قارئین کرام! یاد رکھئے قرآنی آیات مقدسہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں قبر مطلقاً مٹی کا ڈھیر یا گڑھا نہیں اور نہ ہی ان میں مدفون، جمادات کی طرح بے حس و حرکت اور بغیر کسی ادراک و شعور کے ہوتے ہیں اہل سنت (احناف، شوافع، حنابلہ، اور مالکیہ) کی تمام کتب عقائد میں درج ہے کہ میت کو بے حس و حرکت اور قبر کو مٹی کا ڈھیر مثل جمادات سمجھنا بعض معتزلہ اور روافض کا مذہب ہے اہل سنت کا نہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

بالجملہ کتاب و سنت مملوو مشحون اند کہ دلالت میکند بر وجود علم موتی را بد نیا و اہل دنیا پس منکر نشود آں را مگر جاہل باخبار و منکر دین۔(اشعۃ اللمعات ج سوم ص ۴۰۱)

الغرض قرآن و حدیث کا دامن ایسے دلائل سے پر ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو دنیا اور اہل دنیا کا علم ہوتا ہے سوا اس بات کا انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا مگر وہ جو احادیث سے ناواقف اور دین کا منکر ہو۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"بالجملہ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست"(فتاوی عزیزیہ فارسی ج ا ص ۹۱)

شاہ صاحبؒ کے اسی فارسی فتاویٰ کا ترجمہ مولوی عبدالواجد نولوی نے

کیا ہے اس میں مذکورہ فارسی عبارت کا ترجمہ یوں لکھا ہے :

"حاصل کلام اگر انکار ادراک و شعور اموات کا کفر نہ ہو تو اس کے الحاد (بے دینی) ہونے میں کچھ شبہ بھی نہیں" (فتاویٰ عزیزی اردو ص ۱۴۳ مطبوعہ ایچ،ایم سعید کمپنی کراچی)

دار العلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری اپنی تصنیف فیض الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں :

"والاحادیث فی سماع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر"

یعنی "سماع اموات پر دلالت کرنے والی احادیث حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں"

یاد رہے کہ یہ عام اموات کے بارے میں ہے شہداء، صالحین، انبیاء کرام پھر سرور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تو شان ہی نرالی ہے۔ ان لوگوں کی تو صفات در شان ہی اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ کبھی بھی نیست و نابود اور مٹی میں مل کر مٹی اور قبور میں فناء نہ ہوں۔ بانی دار العلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں :

"بالفعل قابل گوش نہادن یہ بات ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً سرور انبیاء ﷺ کے خصائص میں غور و تامل کیجئے تو ارباب اذہان متوسطہ کو بھی بنسبت بقاء حیات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سرور انبیاء ﷺ وہ یقین حاصل ہو جاتا ہے جو ارباب حدس کو بمجرد ملاحظہ خصائص و خواص مذکورکے باعث انشراح خاطر ہوتا ہے۔ (آب حیات ص ۱۴ مطبع قدیمی دہلی)

میں اس وقت قبر اور اس میں ثواب و عذاب کی مزید تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتا اہل خرد کے لئے مذکورہ بالا احادیث ہی کافی ہیں۔ صرف تین انتہائی ایمان

افروز احادیث ذکر کرتا ہوں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من زار قبری وجبت له شفاعتی (شفاء السقام)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ضرور ہو گی۔

مابین منبری وروضتی روضة من ریاض الجنة (شفاء السقام)

میرے منبر اور روضے کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

من حج ولم یزرنی فقد جفانی (شفاء السقام)

جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

کتنے دکھ کی بات ہے کہ نبی برحق ﷺ تو یہ فرمائیں کہ میری قبر کی زیارت سبب حصول شفاعت ہے۔ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور جو شخص حج کرے لیکن میری قبر کی زیارت نہ کرے وہ ظالم ہے۔ اور ستمگر بھی ایسا جس نے محبوب رب العلمین پر ستم ڈھایا اور یہ صاحب، قبر انور میں ان کی حیات کا ہی انکار کر کے ان احادیث صحیحہ کے منکر تو خود اور دوسروں کو مشرک و کافر کہیں ۔

قیامت کیوں نہیں آتی الٰہی ماجرا کیا ہے

ان احادیث کا بنظر غائر مطالعہ کیجئے اور پھر غور فرمایئے کہ اگر قبر اعلیٰ علیین یا جنت کے کسی اور گوشے میں ہوتی تو کیا اہل دنیا کے لئے اس کی زیارت ممکن تھی؟ پھر حضور ﷺ کے ارشاد "اس زائر کے لئے میری شفاعت لازم ہو گئی" کا کیا مطلب؟ اور حضور پر نورؐ نے واضح طور پر فرمادیا کہ میرے منبر اور

روضے کی درمیانی جگہ جنت ہے۔ کیا منبر نبوی اعلیٰ علیین میں تھا اور حضور اکرم ﷺ وہاں بیٹھ کر وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ روضہ بھی وہاں ہی تسلیم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی منبر رسول اور روضہ نبوی کی بات ہے جو مسجد نبوی میں واقع ہے۔ میں بڑی دلسوزی سے عرض کروں گا کہ حجاج کرام سے دریافت کیجئے کہ وہ اس مقام پر کھڑے ہو کر کس کیف سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اگر قبر انور میں آپ ﷺ موجود نہیں تو پھر یہ کیف و سرور اور انس و غم گساری کیسی؟ ذرا اس ارشاد نبوی کو غور سے پڑھیئے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ حضور پر نور ﷺ خود فرما رہے ہیں کہ میں اسی قبر میں ہوں گا۔ درود پڑھنے والے کے لیے استغفار کروں گا کیونکہ اس کے درود بھیجنے سے مجھے خوشی اور راحت محسوس ہو گی (حضورؐ زندہ ہوں گے تو یہ چیزیں ہوں گی)

(۱۰) حدثنا عمر بن حبیب القاضی بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ مامن عبد صلی علی صلوٰۃ الاعرج بھا ملک حتی یجیی بھا وجہ الرحمن عزوجل فیقول ربنا تبارک وتعالیٰ اذھبوا بھا الیٰ قبر عبدی یستعفر لصاحبھا وتقر بھا عینہ (جلاء الافہام مصنف ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۵۱ھ ترجمہ از مولانا شاکر حسین صدیقی دیوبندی ص ۷۶ مطبوعہ مدینہ بک ایجنسی بجنور)

حضور عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی خدا کا بندہ مجھ پر درود نہیں پڑھے گا کہ ایک فرشتہ اس کو لے جا کر خدائے تعالیٰ کے حضور میں پیش

نہ کرے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ یہ (تحفہ) میرے
بندے (یعنی رسول اللہ ﷺ) کی قبر پر لے جاؤ تا کہ وہ پڑھنے
والے کے لئے دعائے مغفرت کرے اور اس کی آنکھیں
ٹھنڈی ہوں۔

اسی حدیث کو امام سخاویؒ نے القول البدیع ص ۱۱۸ پر ذکر کیا نیز فرمایا کہ
یہ حدیث دیلمیؒ نے اپنی مسند الفردوس میں بھی ذکر کی ہے۔ خط کشیدہ الفاظ دوبارہ
مطالعہ فرمائیں۔ ہمارا مدعا روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔

(۱۱) امام جلال الدین سیوطیؒ حیات انبیاء کے ثبوت میں اپنی تصنیف
انباء الاذکیاء ص ۵۵ پر مسند امام احمد متوفی ۲۴۱ھ، سنن امام ابی داؤد متوفی
۲۷۵ھ اور شعب الایمان امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کے حوالے سے حضرت
ابو ہریرہؓ سے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں:

مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی[1]

---

[1] طبرانی اور ابن بشکوال نے اسی حدیث کو اپنی کتاب میں مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ امام بیہقی و طبرانی اس کی سند کو حسن فرماتے ہیں۔ امام نووی نے الاذکار میں اس کی تصحیح کی ہے ابن حجر نے اس کے تمام رواۃ کو ثقہ فرمایا ہے۔ امام سبکی شفاء السقام میں رقم طراز ہیں اعتمد جماعة من الائمة علی هذا الحدیث الخ یعنی حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کرنا مستحب ہے اور ان کا یہ اعتماد صحیح ہے اس کو ثابت کرنے کیلئے ائمہ کی ایک جماعت نے اسی حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ ابن قیم نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ حضرت جلال الدین سیوطی اس حدیث شریف کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

"وقد قال بعض الحفظ لولم تکتب الحدیث عن ستین وجها ما عقلناه (الحاوی ج ۲ ص ۱۵۵)

یعنی "بعض حفاظ نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث ۶۰ طرق سے مروی نہ ہوتی تو اسے ہم معقول نہ سمجھتے"۔ اقوال جو حدیث ۶۰ طرق سے مروی ہو اس میں ضعف کا ادنیٰ ترین شبہ بھی نہیں رہتا بلکہ حد تواتر کو متصل ہو جاتی ہے۔

اردعلیه السلام"

یعنی حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میری روح کو (عالم مشاہدہ واستغراق سے واپس) میری طرف لوٹا تا یعنی متوجہ کرتا ہے۔ تاکہ میں اس سلام کرنے والے کو جواباً سلام کہوں۔ اسی حدیث کی تفصیل میں امام سیوطیؒ، شیخ تاج الدین ابن الفاکہانی کا قول نقل فرماتے ہیں :

روينا في الترمذي[1] قال قال رسول اللهﷺ مامن احديسلم على الارد الله على روحي حتى ارد عليه السلام. يوخذ من هذا الحديث ان النبيﷺ حتى على الدوام و ذلك انه محال عادة ان يخلو وجود كل زمان من واحد مسلم على النبيﷺ ليلا و نهارا.

فرماتے ہیں یہ حدیث اس بات کو واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ دائمی طور پر زندہ ہیں کیونکہ اس دنیا میں شب وروز کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی شخص حضور ﷺ پر درود پڑھنے والا نہ ہو۔ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ردروح (حضور اکرم ﷺ کی روح آپ کی طرف لوٹائی جاتی ہے) کی تشریح میں علامہ سیوطی رقم طراز ہیں :

وهو ان يكون الروح كناية عن السمع و يكون المراد ان الله تعالىٰ يرد عليه سمعه الخارق للعادة بحيث يسمع سلام المسلم وان بعد قطره ويرد عليه

۱ـ حدیث ترمذی میں نہیں سنن ابی داؤد میں ہے کما قال السیوطی۔ شاید امام تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کاتب کو سہو ہو گیا تھا(خالد)

من غير احتياج الى واسطة مبلغ ...... وهذا قد ينفك في بعض الاوقات و يعود لا مانع منه وحالته ﷺ في البرزخ كحالته في الدنيا سواء...... ويخرج من هذا جواب آخر و هو ان المراد برد الروح التفرغ من الشغل و فراغ البال مما هو بصدده في البرزخ من النظر في اعمال امته والا ستعفارلهم من السيئات والدعاء بكشف البلاء عنهم من السيئات والدعاء بكشف البلاء عنهم والتردد في اقطار الارض لحلول البركة فيها و حضور جنازة من مات من صالحي امته فان هذه الامور من جملة اشغاله في البرزخ كما وردت بذالك الاحاديث والاثار فلما كان السلام عليه من افضل الاعمال واجل القربات اختص المسلم عليه بان يفرغ له من اشغاله المهمة لحظة يرد عليه فيها تشريفا و مجازاة (انباء الاذكيا ص ٦٣)

حضور اکرم ﷺ کے فرمان والاشان (جب بھی مجھ پر کوئی سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹاتا ہے) کا مطلب یہ بھی ہے کہ روح کا لفظ یہاں بطور کنایہ سمع (سننا) کے لئے مستعمل ہے جب بھی کوئی سلام پیش کرنے والا سلام عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور پر نور کو بطور معجزہ عام حالات سے کہیں زیادہ قوی سماعت عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ آپ سلام کرنے والے کا سلام بذات خود سنتے ہیں اگرچہ وہ

روئے زمین کے دور افتادہ قطر کا باشندہ ہو۔ اور اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ درمیان میں کسی مبلغ (سلام و پیام پہنچانے والے) کی ضرورت نہیں رہتی ویسے عمومی قوت سماعت تو حضور انور ﷺ کو ہر آن حاصل ہے۔ اور آپ اسی طرح سنتے ہیں۔ لیکن بطور معجزہ یہ خارق عادت قوت سماعت کبھی آپ سے جدا بھی ہو جاتی ہے۔ اور پھر آپ کی طرف لوٹتی ہے (اور روح کے لوٹائے جانے سے یہی مراد ہے) اور اس زبردست قوت سماعت کے حصول ورد میں کوئی مانع نہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی حالت بعد از موت بالکل بعینہ دنیاوی حالت کی طرح ہے۔ اور اس دنیاوی زندگی میں بھی آپ آسمانوں اور عرش بریں کی آوازیں سن لیا کرتے تھے۔ نیز رد روح کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور انور ﷺ ان امور سے جن میں آپ عالم برزخ میں مشغول ہیں سلام پیش کرنے والے کی خاطر فراغت اور یکسوئی حاصل کرتے ہیں۔ امت کی لغزشوں اور خطاؤں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اپنی امت سے عذاب اور آفات وبلیات دور رہنے اور کرنے کی دعائیں کرتے ہیں۔ لوگوں کو اپنی برکات سے فائدہ پہنچانے کے لئے زمین کے مختلف اطراف واقطار میں گردش فرماتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے یہ تمام برزخی اعمال مبارکہ احادیث شریفہ اور اسلاف کرام کے اقوال کریمہ سے ثابت ہیں۔ چونکہ حضور پرنور شافع یوم

النشور کی بارگاہ بے کس پناہ میں سلام عرض کرنا تمام اعمال سے افضل اور جملہ عبادات سے بزرگ و برتر ہے۔ لہٰذا عظمت و شوکت سے معمور ایسی عبادت یعنی بارگاہ نبوی میں سلام عرض کرنے والوں کو یہ خصوصیت عطا فرمائی گئی کہ حضور انور بذات خود دیگر مہمات واشغال سے تھوڑے وقت کے لئے توجہ پھیر کر اسے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں اور اس طرح اس شخص کو حضور کی طرف سے سلام کا شرف حاصل ہو جائے اور اپنی سلام کا نہایت ہی حسین اور افضل واعلیٰ جواب مل جائے۔

(۱۲) امام مسلم اپنی صحیح میں امام احمد بن حنبل کی سند سے حضرت ابن عباسؓ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول اللهﷺ مربوادی الازرق فقال ای واد هذا فقالواهذا وادی الازرق قال کانی انظر الی موسی هابطا من الثنیة وله جؤآر الی الله بالتلبیة ثم اتی علی ثنیة هرشیٰ فقال ای ثنیة هذه قالواثنیة هرشیٰ فقال کانی انظر الیٰ یونس بن متی علی ناقة حمرآء جعدة علیه جبة من صوف خطام ناقته خلبة وهویلبی قال ابن حنبل فی حدیثه قال هشیم یعنی لیفا (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۴)

خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ وادی ارزق سے گذر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ کانوں میں انگلیاں

رکھے ثنیہ سے اتر رہے ہیں اور بلند آواز سے تلبیہ (لبیك اللهم لبیك) پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ ثنیہ ہرشی تک پہنچے تو فرمایا میں یونس بن متی (علیہ السلام) کو اونی جبہ پہنے ہوئے سرخ اور مضبوط اونٹنی پر سوار آتے دیکھ رہا ہوں۔ ان کی اونٹنی کی مہار درخت کی چھال کی ہے اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں۔

(۱۳) امام مسلم۔ امام مالک کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر کا ارشاد روایت کرتے ہیں :

ارانی لیلةً عندالکعبة فرأیت رجلا آدم کا حسن ماانت رأی من الرجال من آدم الرجال له لمة کاحسن ما انت رأی من اللمم قد رجلها فهی تقطرمآء متکئا علی رجلین اوعلی عواتق رجلین یطوف بالبیت فسألت من هذا فقیل المسیح بن مریم . انتهی بقدر الکفایة (مسلم ص ۹۵)

یعنی حضور فرماتے ہیں میں نے آج رات خانہ کعبہ کے پاس ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا جو اس قدر خوبصورت تھا جتنا تم کوئی گندمی رنگ والا دیکھ سکتے ہو اور جنکی زلفیں ان آنکھوں دیکھی زلفوں سے کہیں خوبصورت تھیں اور انہوں نے ان زلفوں کو کنگھی کی ہوئی تھی، دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھے طواف کر رہے تھے میں نے پوچھا کون ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا عیسیٰ بن مریم ہیں۔

(۱۴) مسلم شریف کے اسی صفحہ پر حضرت جابرؓ سے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ انبیاء کرام علیہ السلام مجھے دکھائے گئے حضرت موسیٰ قبیلہ شنورۃ کے آدمیوں کی طرح ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی شکل کے مشابہ عروہ بن مسعود ہیں اور حضرت ابراہیم کا حلیہ مجھ سے مشابہ تھا۔ جبریل کو دحیہ بن خلیفہ کی

صورت و شبیہہ کے مطابق دیکھا۔

یہ تینوں واقعات عالم بیداری کے ہیں جس طرح کہ احادیث کے الفاظ (کہ حضور اکرم وادی سے گذر رہے تھے وغیرہ) سے ہویدا ہے۔ لیکن اگر کوئی ان کو عالم خواب پر ہی معمول کرنے پر بضد ہو تو پھر بھی ہمارا موقف حیات انبیاء و تصرف در جہان ثابت ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے :

رؤیاء الانبیاء وحی (صحیح بخاری ج ا ص ۲۵)

انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بالکل سچے اور مبنی بر وحی ہوتے ہیں۔

ناظرین کرام! ان چند احادیث مسطورہ میں بار بار غور فرمایئے۔ ان احادیث کا ایک ایک جملہ ببانگ دھل اعلان کر رہا ہے کہ :

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور پر نور میں بحیات حقیقی جسمانی تشریف فرما ہیں۔

(۲) اپنی قبور میں قیام فرماتے ہوئے نمازیں پڑھتے ہیں۔ باذن اللہ تعالیٰ حج کرتے ہیں نیز عالم بالا و زیریں میں مختلف تصرفات کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد شریفہ کو کوئی گزند پہنچائے۔

(۴) ایک جلیل القدر اور عظیم الشان فرشتہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی قبر انور پر موجود ہے۔ جو تمام روئے زمین پر موجود درود و سلام پڑھنے والوں کے درود و سلام کو حضور پر نور کی بارگاہ بیکس پناہ میں ان کے تفصیلی تعارف کے ساتھ عرض کرتا ہے۔

(۵) حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں امتیوں کا صلوٰۃ و سلام جس کیفیت میں بھی ہو پیش کیا جاتا ہے اور سرکار اقدس خود سماع فرماتے ہیں جواباً سلام کا

تحفہ مرحمت فرماتے ہیں۔

(٦) ہمارا درود حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جب ہمارے تفصیلی تعارف کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تو حضور اکرم ﷺ اسے ایک روشن اور نفیس کتابچہ میں تحریر فرماتے ہیں اور ہمارے درود پیش کئے جانے کی کیفیت بالکل یوں ہوتی ہے۔ جیسے ہم دنیا میں ایک دوسرے کو ہدایا اور تحائف دیتے ہیں۔ دینے والا عقیدت و مسرت کا اظہار کرتا ہے اور قبول کرنے والا بھی فرحت و انبساط اور کرم گستریوں سے خوب خوب نوازتا ہے۔

(٧) شب معراج حضور اکرم ﷺ نے سرخ ٹیلہ کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزر فرمایا تو وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(٨) تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بیت المقدس میں حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔

(٩) حضرات آدم، ابراہیم، موسیٰ، ہارون، ادریس اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے آسمانوں پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اہلاً و سہلاً و مرحبا کہا۔

(١٠) حریم ناز میں محبوب رب العلمین ﷺ کو بارگاہ ربوبیت سے امت کے لئے پچاس فرض نمازوں کا تحفہ ملا۔ واپسی پر حضرت موسیٰ نے دریافت کیا کہ حبیب کو حبیب سے کیا تحفہ ملا جواباً حضور پر نور ﷺ نے فرمایا پچاس نمازیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً حضور ﷺ سے عرض کیا اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور نمازوں میں تخفیف کرایئے۔ آپ کی امت میں یہ طاقت نہیں۔ سرکار دوعالم ﷺ دوبارہ مقام قاب قوسین اوادنی پر تشریف لے گئے۔ پانچ نمازوں کی تخفیف ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر یہی کہا۔ المختصر

نو مرتبہ یہی معاملہ ہوا۔

(۱۱) اس سفر میں فخر موجودات ﷺ نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو کھڑے ہوئے نماز ادا فرماتے ملاحظہ فرمایا۔

(۱۲) بہ قرب قیامت حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ حضور پر نور ﷺ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر یا محمد (ﷺ) پکاریں گے تو حضورؐ انہیں جواب مرحمت فرمائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام براہ راست نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ہدایات اور احکام شریعت مصطفوی لیں گے۔

(۱۳) جب مسجد نبوی میں کوئی اذان و اقامت والا نہ تھا تو رسول کریم ﷺ کی قبر انور سے اذان و اقامت کی آواز حضرت سعید بن مسیبؓ نے تین دن تک سنی۔

(۱۴) اور ان سب دلائل سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ یہ تمام احوال و کیفیات اسی قبر کے ہیں۔ کائنات کے کسی اور گوشہ میں مثالی قبر کا عقیدہ ان آیات و احادیث کا انکار اور جملہ امت مسلمہ سے اعتزال ہے۔

ناظرین کرام! دوبارہ عرض ہے کہ یہ تمام احادیث صحیح ہیں ان میں کسی لحاظ سے کوئی بھی سقم اور ضعف نہیں۔ بلکہ یہ تو بمطابق فرمان امام قرطبی متوفی ۶۷۱ھ، امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، امام سبکی متوفی ۷۵۶ھ امام سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، اور بقول ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ اور ابن قیم ۱۲۰۶ھ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ نظم المتناثر من الحدیث المتواتر میں ہے۔

ان من جملة ماتواتر عن النبی ﷺ حیاة الانبیاء فی قبورهم

یعنی وہ تمام احکام جو حضور اکرم ﷺ سے بنقل متواتر ثابت ہیں۔ ان میں سے قبور پر نور میں حیات انبیاء کا عقیدہ بھی ہے۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ

گزشتہ صفحات پر مرقوم آیات کے تفسیری اقوال اور احادیث طیبہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں۔ سو ظاہر ہے کہ انکا عقیدہ ان روایات متداولہ مشہورہ کے مطابق ہی ہوگا کیونکہ ان حضرات قدسی صفات کے بارے میں قول و عمل کے تضاد کا نظریہ رکھنا بھی ارشاد نبوی کی صریحاً خلاف ورزی ہے لیکن تنبیہاً بطور خاص کچھ تذکرہ کیا جاتا ہے۔ نیز اس مستقل عنوان سے قارئین کرام پر نہایت درجہ واضح ہو جائے گا کہ ڈاکٹر عثمانی کا قول "اجماع صحابہ" کتنا صحیح اور کہاں تک مبنی بر صداقت ہے۔ ڈاکٹر مذکور کے دیگر دلائل کے بارے میں بحث تو آئندہ صفحات میں ہوگی جہاں ہم بفضل ایزد تعالیٰ واضح کریں گے کہ ان آیات واحادیث کے مفہوم کو کس طرح توڑ مروڑ کر حضرت عثمانی نے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس کے قول "وفات ختم الرسل پر اجماع صحابہ" کے تار و پود یہیں بکھیر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنے کتابچہ 'وفات النبی ﷺ' کے ص ۴ پر لکھا ہے:

"قرآن و حدیث کے ان دلائل (جن کا عثمانی صاحب کے

مدعا سے تفاوت ہم آئندہ اوراق میں انشاء اللہ واضح کریں
گے) پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وفات نبوی پر اجماع
ہو چکا ہے "[1] لیکن اب کہا جاتا ہے کہ حیات اور سماع کے
بارے میں صحابۂ کرام میں بھی اختلاف تھا۔ اور ابن عمر
حضرت عائشہ سے اختلاف رکھتے تھے"

ناظرین کرام! خدا کے لئے کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اصل اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ ان میں حضور اکرم ﷺ کی ذات شریف کا تذکرہ تک نہیں بلکہ عام اموات کی بات ہے۔ اور اس میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی ذکر فرما رہے ہیں کہ :

ان المیت یعذب فی قبرہ ببکآء اھلہ علیہ (بخاری)
یعنی "میت کو اس کی قبر میں اس کے اہل وعیال کے اس پر
رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے"۔

جبکہ مقابلے میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ صرف اتنا بتا رہی ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ہے :

**انما قال رسول اللہ ﷺ انہ یعذب بخطیئتہ و ذنبہ
وان اھلہ لیبکون علیہ الآن.**

یعنی قبر میں میت کو تو اس کے گناہوں اور غلطیوں کے باعث عذاب ہو رہا ہے اور یہ گھر والے اب بیٹھے اس پر رو رہے ہیں۔ سماع و حیات اموات کے بارے میں چند سطور کے بعد ہم سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا نظریہ ذکر کریں گے۔ لیکن

---

[1] ذرا اس جملہ کی اردو بندش ملاحظہ فرمائیے۔

اس کا کیا ہو کہ حضرت عائشہؓ کا ارشاد بھی ڈاکٹر صاحب کے نظریہ دربارۂ قبر و عذاب قبر کی دھجیاں بکھیر رہا ہے[1] ارشاد نبوی برحق ہے الحق یعلو ولا یعلی کہ حق کی یہ صفت ہے کہ وہ مغلوب نہیں ہوتا غالب آکر ہی رہتا ہے۔ خیر ڈاکٹر صاحب آگے لکھتے ہیں :

> "آخر ابن عمر کو مرنے والوں کی حیات اور سماع کے بارے میں عائشہؓ سے اختلاف ہو کیسے سکتا تھا جب ان کے سامنے وفات نبوی ﷺ کے موقع پر ان کے والد عمر بن خطاب اور عائشہ[2] کے والد (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے درمیان حیات نبوی ﷺ کے بارے میں اختلاف کے بعد سارے صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا"

ناظرین کرام! حقائق سے چشم پوشی بلکہ ان کا صریح ابطال ملاحظہ ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کے درمیان حیات نبوی بعد از ممات کے بارے میں اختلاف تھا ہی نہیں بلکہ حضرت عمرؓ اس بات پر مصر تھے کہ حضور پر موت طاری ہی نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے بلکہ آپ ﷺ پر نزول وحی کی سی کیفیت طاری ہے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے ان کے سامنے یہ واضح کیا کہ حضور پر موت کا طاری ہونا آپ کی نبوت اور عظمت کے منافی نہیں کیونکہ

---

[1] کیونکہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ اس قبر کی بات کر رہی ہیں جس میں میت کو تھوڑا پہلے دفن کیا گیا ہے اور اسی قبر میں میت کے احساس عذاب کو بیان فرما رہی ہیں اور احساس بغیر حیات کے نہیں ہوتا۔

[2] صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اسماء گرامی کے تذکرے کا انداز ملاحظہ ہو۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ کے پیش نظر اس دنیا میں بقاء و دوام کسی کو حاصل نہیں۔ اس موقع پر ایک دفعہ موت طاری ہونے کے بعد دوبارہ حیات حاصل ہونے یا نہ ہونے کا ذکر تک بھی نہیں پتہ نہیں ڈاکٹر عثمانی نے اس واقعہ سے عدم حیات و سماع کا اجماع کیسے نکال مارا ۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مزید آگے لکھتے ہیں :

"اور سب نے مان لیا تھا اب وہ اس دنیا میں قیامت سے پہلے زندہ نہ ہوں گے"

ناظرین کرام ! جھوٹ کی بھی کوئی انتہاء ہوتی ہے میرا ڈاکٹر عثمانی کو چیلنج ہے کہ وہ سند صحیح کے ساتھ نہ سہی، سند ضعیف کے ساتھ ہی کسی صحابی کا یہ قول دکھادیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قیامت سے پہلے زندہ نہ ہوں گے۔ میں اس موقعہ پر بڑے خلوص کے ساتھ آپ سے گزارش کروں گا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کردہ تمام احادیث اور خصوصا حدیث نمبر ۱۱ کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں آپ پر آفتاب نصف النہار کی مانند واضح ہو جائے گا کہ حضور اکرم ﷺ بہ نفس نفیس فرما رہے ہیں کہ میں قیامت سے پہلے بھی اپنی قبر میں زندہ ہوں گا۔ اس موقعہ پر بخاری و مسلم کی ایک متفق حدیث سے ہمارے نظریئے اور دعوے کی مزید تائید ہوتی ہے۔

جسے امام بیہقی نے اپنی تصنیف حیاۃ الانبیاء میں حضرت ابوہریرہؓ سے ذکر کیا ہے :

لاتفضلوا بین انبیآء اللہ تعالیٰ فانہ ینفخ فی الصور

لیصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الامن یشآء
ثم نفخ فیه اخریٰ فاکون اول من بعث فاذاموسیٰ
آخذ بالعرش فلا ادری احوسب بصعقة یوم الطور ام
بعث قبلی.

تم انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو کہ جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق پر صعقہ طاری ہو جائے گا سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھنا چاہے گا۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور سب سے پہلے اس کیفیت سے مجھے افاقہ ہو گا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے نہ معلوم کہ ان پر غشی طاری ہی نہ ہو گی (کیونکہ کوہ طور کے دن ان پر غشی طاری ہو چکی ہے) یا مجھ سے پہلے وہ اس کیفیت سے نکل چکے ہوں گے۔

ناظرین کرام! اس حدیث میں بعد از وفات انبیاء کرام کی حیات پر دو لحاظ سے صریح دلالت موجود ہے:

(۱) صعق کے دو معانی ہیں:

ا: بے ہوشی و غشی۔ جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے: وخر موسی صعقا

ب: موت۔ اور یہ معنے صرف ان کے بارے میں صحیح ہو سکتا ہے جن پر اس وقت موت نہ آئی ہو کیونکہ موت دوبار نہیں آئے گی لہٰذا اموات کے حق میں اس کا معنی بے ہوشی ہو گا۔

اب یہ دونوں معنے صرف اس شخص کے حق میں صحیح ہو سکتے ہیں جو اس

وقت تک زندہ ہو۔ کیونکہ اگر زندگی ہی نہ ہو تو پھر بے ہوشی یا موت کا طاری ہونا چہ معنی؟ اور یہ بات بھی حضور پر نور نے فرما دی کہ یہ صعق تمام مخلوق پر طاری ہو گا الاماشاء اللہ خواہ وہ مخلوق من فی السمٰوٰت (آسمان کی بے پناہ پہنائیوں اور بے کراں وسعتوں کی مخلوق) ہو یا من فی الارض (زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں مدفون) ہو۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر صعق (غشی) طاری ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں ان کو صور پھونکے جانے سے قبل (قیامت سے پہلے) زندہ ماننا پڑے گا اگر ان پر غشی آئے گی تو یہ حیات کو مستلزم ہے اور اگر نہیں آئے گی تو پھر بھی زندہ ماننا پڑے گا کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کی اس وقت یہ حالت بیان فرمائی ہے کہ وھو آخذ بالعرش (عرش بریں کو تھامے ہوں گے)۔

ہمارے اس دعوے پر دلالت کرنے والا ایک اور ارشاد نبوی پڑھنے کی سعادت حاصل کیجئے:

اذا انتم غسلتموني و كفنتموني فضعوني على سريرى هذا علىٰ شفير قبرى ثم اخرجوا عنى ساعة فان اول من يصلي على حبيبي و خليلي جبريل ثم ميكائيل ثم اسرافيل ثم ملك الموت مع جنوده من الملئكة باجمعهم ثم ادخلوا على فوجًا فوجا فصلوا على وسلموا تسليما ولا تؤذوني بتزكية ولا برنة۔

(کنز العمال بر حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۱۴)

جب تم مجھے غسل و کفن دے لو تو مجھے اس چارپائی پر قبر کے کنارے رکھ دینا اور خود تھوڑی دیر کے لئے باہر چلے جانا بے

شک سب سے پہلے مجھ پر درود پڑھے گا میرا حبیب و خلیل جبرائیل، پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اور اس کے ساتھ فرشتوں کا جم غفیر ہو گا۔ اس کے بعد تم لوگ گروہ در گروہ اندر داخل ہو کر مجھ پر درود پڑھنا اور خوب سلام عرض کرنا اور مجھے حد سے بڑھا کر یا رو پیٹ کر اذیت نہ پہنچانا۔

حضور پر نور ﷺ کے اس ارشاد گرامی میں کس قدر صراحت موجود ہے کہ آپ پر موت طاری تو ہو گی لیکن اس کا مطلب فناء یا عدم سماع و شعور و حیات قطعاً نہیں کیونکہ آپ کو فوراً ہی دوبارہ زندگی عطا فرما دی جائے گی۔ وگرنہ آپ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ تم گروہ در گروہ اندر آ کر مجھے سلام پیش کرنا اور نہ ہی یہ فرماتے کہ چیخ چلا کر مجھے اذیت نہ دینا۔ کیونکہ سلام کہنے کا فائدہ اور اس کا سننا نیز اذیت کا پہنچنا اس کے حق میں متصور ہو سکتا ہے جس میں زندگی ہو اس کے حواس کام کرتے ہوں نہ کہ اس کے حق میں جس کے اندر جان کی رمق تک باقی نہ رہی ہو۔

یہ تو تھا عثمانی صاحب کے قول "اجماع صحابہ" کا پوسٹ مارٹم۔ اب آیئے روایات صحیحہ کی روشنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل اور عقیدہ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کا عقیدہ

قال امام الحرمين رحمه الله ان ماخلفه بقي على ماكان في حياته فكان ينفق ابوبكر رضی اللہ عنہ على اهله وخدمه وكان يرى انه باق على ملك رسول الله ﷺ فان الانبيآء احيآء (حیاۃ الانبیاء تقی الدین سبکی ص ۴۰)

امام حرمین نے فرمایا کہ حضور ﷺ جو کچھ چھوڑ کر رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے وہ سارا مال آپ کی ظاہری حیات والی حالت پر ہی باقی رہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپؐ کے اس ترکہ میں سے آپ کے اہل و عیال اور خدام پر خرچ کرتے تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ کی یہ رائے تھی کہ یہ مال حضور اکرم ﷺ کی ملکیت میں موجود ہے۔ کیونکہ بلاشبہ انبیاء زندہ ہیں۔[1]

اس دنیا میں زندگی بھر آپ کا یہی معمول رہا اور یہاں سے انتقال اور وصال کے وقت بھی آپ کا یہی نظریہ اور رائے تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیت

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر کبیر میں زیر آیت :

ان اصحب الکهف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا (الکہف۔۹)

حضرت ابوبکرؓ کی وصیت ذکر کی ہے۔

---

[1] شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ ربنا القوی رقم طراز ہیں : و بعضے از محققین علماء گفته اند که بنیاد و مدار عدم میراث از انبیاء علیهم الصلوٰة والسلام حیات ایشاں است خصوصا سید الرسل علیه من الصلوات افضلها ومن التحیات اکملها و میراث اموات رامیباشد نه آحیاء را. (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷) یعنی بعض محققین کا فرمان ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عدم میراث کا باعث ان حضرات خصوصاً سید الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا باحیات ہوتا ہے کہ میراث اموات کا ہوتا ہے احیاء (زندوں) کا نہیں۔ امام الحرمین اور صاحب تلخیص کا بھی یہی قول ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی طرف اشارہ فرمارہے ہیں :

اس کی ازواج سے جائز ہے نکاح ۔۔۔ اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا ۔۔۔ جسم پر نور بھی روحانی ہے

امام جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبری میں اسی وصیت کو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدتنا عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے :

عن عائشۃؓ قالت لما مرض ابی اوصی ان یوتی به الیٰ قبر النبی ﷺ ویستاذن له ویقال هذا ابوبکر یدفن عندك یا رسول الله فان اذن لکم فادفنونی وان لم یؤذن لکم فاذهبوا بی الی البقیع فاتی به الی الباب فقیل هذا ابوبکر قدا شتهی ان یدفن عند رسول الله ﷺ وقد اوصانا فان اذن لنا دخلنا وان لم یؤذن لنا انصرفنا فنودینا ان ادخلوا کرامة و سمعنا کلاماً ولم نراحدا (الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱)

سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرے والد کریم ابوبکر صدیقؓ جب بیمار ہوئے تو وصیت فرمائی کہ مجھے میرے وصال کے بعد روضہ شریفہ پر لے جانا میرے لئے نبی پاک ﷺ سے اجازت کی غرض سے عرض کرنا یارسول اللہ! یہ ابوبکر ہیں کیا آپ کے قرب میں انہیں دفن کر دیا جائے۔ اگر تمہیں اجازت مل جائے تو مجھے حضور ﷺ کے جوار میں دفن کر دینا ورنہ جنت البقیع میں لے جانا چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کو دررسول ﷺ پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کے یار غار حاضر ہیں ان کی خواہش ہے کہ انہیں آپ کے قرب میں دفن کیا جائے انہوں نے ہمیں

وصیت کی تھی سو اگر ہمیں اجازت مرحمت ہو تو ہم روضۂ مقدسہ میں داخل ہوں ورنہ لوٹ جائیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اس وقت ہمیں ندا کی گئی "انہیں عزت و کرامت کے ساتھ داخل کر دو"۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم نے یہ کلام تو سنا مگر بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک رسول کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں جبھی تو وصیت فرمائی۔ اجازت ملنا، ندا کرنا اور کلام کرنا حیات طیبہ کی بین دلیل ہے۔

دوسری روایت

اخرج ابن عساکر عن علی بن ابی طالبؓ قال لما حضرت ابابکر الوفاة اقعدنی عندرأسه وقال یا علی اذا انامت فاغسلنی بالکف الذی غسلت به رسول اللہ ﷺ واذھبوابی الی البیت الذی فیه رسول اللہ ﷺ فاستاذنوا فان رایتم الباب قدفتح فادخلونی والافردونی الی مقابر المسلمین حتی یحکم اللہ بین عبادہ قال فغسل وکفن وکنت اول من بادرالی الباب فقلت یا رسول اللہ! ھذا ابوبکر یستاذن فرایت الباب قدفتح فسمعت قائلا یقول ادخلوا الحبیب الی حبیبه فان الحبیب الی الحبیب مشتاق .

(الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۲)

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ
حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بوقت وفات مجھے اپنے سر انور کے
قریب بٹھایا اور مجھے فرمایا اے علی! جب میرا انتقال ہو جائے
تو مجھے ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے آپ نے
رسول اللہ کو غسل دیا اور مجھے رسول کریم ﷺ کے دربار گہربار
میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا پھر اگر تم دیکھو
کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا۔
ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا حتی کہ اللہ
تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلہ فرمادے۔ حیدر کرارؓ فرماتے ہیں
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا کفن دیا گیا۔
تو میں سب سے پہلے جلدی سے در اقدس پر حاضر ہوا اور
عرض کی یارسول اللہ! یہ ابو بکر حاضر دربار ہیں روضۂ منورہ
میں داخل ہونے کی اجازت کے طلب گار ہیں مولائے
کائنات فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا دروازہ کھل گیا میں نے
سنا کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا "دوست کو اس کے دوست کے ہاں
داخل کردو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی مکرم شفیع معظم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ ہماری عرضداشتوں کو سنتے ہیں۔ رحمۃ للعالمینی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے جواب سے نوازتے ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو صاف فرمادیتے کہ کہیں دفن کردینا یہاں تو مٹی میں ہی ملنا ہے ملاقات قیامت کے بعد ہی ہوگی لیکن آپ کا بطور خاص وصیت فرمانا اس بات کا غماز

ہے کہ آپ کے نزدیک قبر رسول ﷺ ایک نہایت متبرک، مقدس مقام ہے اور حضور اکرم ﷺ کا یہ جوار حاصل کرنا کائنات کی نہایت عظیم سعادت اور منافع وبرکات کے حصول کا ذریعہ ہے اور اسی لئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دل میں یہ ٹھان رکھی تھی کہ حجرۂ شریفہ کے اندر بقیہ جگہ میری اپنی قبر ہو گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وقت وصال صرف انہی انوارات تجلیات اور ہمسائیگی کی نوازشات سے ہر وقت متمتع رہنے کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ میری دلی تمنا ہے (ان ادفن مع صاحبی بخاری ج ۱ ص ۱۸۶) کہ میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جاؤں۔

ناظرین! غور کا مقام ہے کہ اگر نعوذباللہ حضور پر نور ﷺ قبر شریف میں نہ ہوتے بلکہ جنت میں اعلیٰ علیین پر ہوتے اور قبر شریف کی کوئی خصوصیت اور عظمت نہ ہوتی یا آپ قبر میں مردہ اور مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے ہوتے (اعاذنااللہ) تو حضرت عمرؓ کی یہ تمنا کیوں تھی اور ان کا یہ عقیدہ کیوں تھا؟

ما کان شیء اھم الی من ذلك المضجع (بخاری ج ۱ ص ۱۸۶)

کہ حضور پر نور ﷺ کے جوار میں تدفین کی سعادت سے زیادہ اور کوئی چیز میرے لئے اہم نہیں نیز حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ خواہش کیوں تھی؟[1] صرف اور صرف اس لئے تھی کہ آپ کے عقیدہ میں اموات کی ارواح بعد از موت ان کے اجساد میں لوٹا دی جاتی ہیں۔ اور وہ قبر میں زندہ ہوتے ہیں اور

---

[1] جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا تھا کہ میں نے یہ جگہ اپنی تدفین کے لئے مخصوص کر رکھی تھی لیکن میں حضرت عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں۔

ان کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے جہاں ہر طرف سکھ چین راحت اور اللہ کریم کے انعامات کی بارش ہے۔

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ

اسی عقیدہ کی بناء پر تو سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل تھا کہ گھر میں اپنی چادر وغیرہ اتار کر رکھ دیتیں اور بے تکلفانہ رہتیں اور اسی طرح حجرۂ مقدسہ میں بھی داخل ہوتیں اور دل میں یہ خیال فرماتیں کہ یہاں کوئی غیر محرم تھوڑی ہے۔

انما ھو ابی وزوجی

یہاں میرے والد ماجد اور خاوند گرامی ہی تو ہیں۔ لیکن :

فلما دفن عمرؓ فواللہ مادخلته الاوانا مشدودة علی ثیابی حیآء من عمرؓ (مسند امام احمد۔ مستدرک حاکم۔ مشکوۃ ص ۱۵۴)

یعنی قسم کھا کر فرماتی ہیں کہ بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد میں ان سے حیا کی وجہ سے کبھی بھی اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح لپیٹے بغیر داخل نہیں ہوئی۔ (کیونکہ وہ غیر محرم تھے)

اگر انہی قبور پر نور میں مدفون حضرات کے بارے میں ان کے یہ عقیدہ نہ ہوتا کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں۔ ہم جب ان کی قبروں پر جاتے ہیں تو وہ ہمیں پہنچانتے ہیں، دیکھتے ہیں، شعور رکھتے ہیں۔ تو یہ فرق اور اہتمام نہ فرماتیں اور اسی وجہ سے تو آپ ہر اس آدمی کو منع کر دیتیں جو حجرہ مقدسہ کے پڑوس میں اپنی دیوار وغیرہ میں کوئی کیل ٹھونکتا کہ :

لَاتؤذوا رسول اللہ ﷺ فی قبرہ (مواہب اللدنیہ ج ۵ ص ۲۲۷، ج ۸ ص ۳۰۵)

رسول اللہ ﷺ کو آپ کے مزار میں اذیت نہ دو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں فرماتے ہیں:

عن داؤد بن ابی صالح قال اقبل مروان یوما فوجد رجلاً واضعاوجهه علی القبر فقال اتدری ماتصنع فاقبل علیه فاذاهوابو ایوب فقال نعم جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ یقول لا تبکواعلی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علیه اذا ولیه غیر اهله .

(مسند امام احمدؒ ج ۵ ص ۴۲۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

یعنی داؤد بن صالح بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ مروان بن حکم (جوان دنوں گورنر مدینہ تھا) قبر شریف پر حاضری دینے کی غرض سے آیا تو دیکھا کہ ایک صاحب نے اپنا چہرہ قبر پر رکھا ہوا ہے۔ مروان فوراً بولا "تمہیں معلوم ہے کہ کیا کر رہے ہو"۔ ان صاحب نے سر اٹھایا تو یہ حضرت ابوایوب انصاریؓ تھے چنانچہ آپ نے جواباً فرمایا ہاں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا ہوں (ناظرین الفاظ پر غور فرمایئے یہ نہیں فرمایا کہ قبر رسول ﷺ پر حاضر ہوا ہوں) کسی پتھر کے پاس نہیں آیا (کہ کوئی فائدہ نہ ہو) میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ جب دین کے امور اہلیت و صلاحیت کے مالک آدمیوں کے پاس ہوں تو دین پر مت روؤ۔ لیکن اگر دینی امور میں غیر صالح اور نااہل لوگ مداخلت شروع کر دیں تو تب دین پر روؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا عقیدہ یہ ہے کہ :

(۱) حضور اکرم ﷺ بحیات ہیں۔ اسی لئے تو فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

(۲) حضور انور ﷺ اپنی اسی قبر میں موجود ہیں ورنہ حاضر اور پھر بوسہ دینا چہ معنی دارد ؟ اور یہاں سے صالحین کی قبور کو بوسہ دینا بھی ثابت ہو گیا۔

(۳) حضرت ابو ایوبؓ کے نزدیک آقائے کائنات علیہ التحیات کی قبر شریف بے فائدہ پتھروں کا ڈھیر نہیں۔ نیز یہ کہ جب ڈاکٹر عثمانی جیسے نااہل اور بے لگام لوگ دینی امور اور معتقدات اجماعیہ میں دخل اندازی کر کے اپنی ذاتی نفسانی خواہشات کو گھسیڑنا شروع کر دیں تو اہل دین کو فکر کرنی چاہیئے۔

امت مسلمہ کا اجماع

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ خیر کے بعد سے آج تک امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ تمام انبیاء کرام خصوصاً سرور انبیاء ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ کے پیش نظر ایک آن کے لئے موت ضرور آئی ہے اور پھر ان کی ارواح مبارکہ حسب سابق ان کے اجساد مطہرہ کی طرف لوٹا دی اور ان کی اس حیات میں انقطاع نہیں۔ چنانچہ امام سخاویؒ متوفی ۹۰۲ھ فرماتے ہیں :

يؤخذ من هذه الاحاديث انه ﷺ حي على الدوام ...ونحن نؤمن ونصدق بانه ﷺ حي يرزق في قبره وان جسده الشريف لاتأكله الارض والاجماع على هذا (القول البدیع ص ۱۶۸)

ان احادیث سے ماخوذ ہوا کہ جان کائنات ﷺ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں...... اور ہمارا ایمان ہے اور ہم تصدیق کرتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ کہ آپ کے جسد اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اس پر اجماع امت ہے۔

حضرت الامام شیخ السنۃ ابوبکر احمد بن حسین البیہقی متوفی ۴۵۸ھ کا اعتقاد

آپ اپنی تصنیف "الاعتقاد" میں فرماتے ہیں :

"الانبیآء بعد ماقبضوا ردت الیھم ارواحھم فھم احیآ عند ربھم کالشھدآء (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۹)

یعنی انبیاء کی ارواح بعد از قبض ان کی طرف لوٹادی گئی ہیں پس وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں جس طرح کہ شہداء۔

اپنی تصنیف منیف "حیاۃ الانبیاء" میں رقم طراز ہیں :

ولحیاۃ الانبیآء بعد موتھم صلوٰت اللہ علیھم شواھد من الاحادیث الصحیحۃ۔

یعنی موت آجانے کے بعد بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کے کئی شواہد احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔

حضرت الشیخ عفیف الدین الیافعی معوفی ۷۶۸ھ کا ارشاد

الاولیآء تردعلیھم احوال یشاھدون فیھا ملکوت

السموت والارض وینظرون الانبیآء احیاء غیر اموات کما نظر النبی ﷺ الی موسیٰ علیه الصلوٰة والسلام فی قبره قال وقد تقرر ان ماجازلانبیآء معجزة جازللاولیآء کرامة بشرط عدم التحدی قال ولا ینکرذلك الا جاهل و نصوص العلمآء فی حیاة الانبیآء کثیرة . (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۵۰)

اولیاء کرام پر ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جن میں وہ ملکوت ارض و سما کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انبیاء عظام علیہم السلام کو زندہ دیکھتے ہیں نہ کہ مردہ جس طرح کہ ہمارے نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا اور یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ وہ تمام جو انبیاء سے بطور معجزہ صادر ہوتا ہے اس تمام کا اولیاء سے صدور بطور کرامت جائز ہے۔ اس کا انکار صرف جاہل مطلق ہی کرے گا۔ اور حیات انبیاء کے باب میں علماء کے نصوص بہت ہیں۔

الامام العلامۃ ابو عبداللہ محمد بن عمر فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ رحمہ تعالیٰ کا عقیدہ

حضرت الامام نے اپنی شہرۂ آفاق اور اپنی مثال آپ تفسیر "مفاتیح الغیب" مشہور بہ "تفسیر کبیر" کے ج ۲۱ ص ۱۴۱ پر فرماتے ہیں :

ان قوله تعالیٰ "النار یعرضون علیها غدوا وعشیا وقوله "اغرقوافادخلوانارا" یدل علی ان الانسان

يحيى بعد الموت و كذلك قوله عليه السلام انبيآء
الله لا يموتون ولكن ينتقلون من دار الى دار"
وكذلك قوله عليه الصلوٰة والسلام "القبر روضة من
رياض الجنة او حفرة من حفرة النار " اوكذالك
قوله عليه الصلوٰة والسلام "من مات فقدقامت
قيامته" كل هذا النصوص تدل على ان الانسان يبقى
بعد موت الجسد.

یعنی بلاشک اللہ تعالیٰ کا ارشاد "آگ اس پر وہ صبح شام پیش کیے جاتے ہیں" اور یہ ارشاد "وہ غرق کیے گئے پس آگ میں داخل کیے گئے" اس بات پر دال ہیں کہ انسان موت کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور اسی طرح نبی مکرم ﷺ کا فرمان "اللہ کے انبیاء مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں"۔ اور اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے"۔ اور یہ فرمان "جس کو موت آگئی اس کی قیامت قائم ہو گئی"۔ یہ تمام نصوص ببانگ دہل اعلان کر رہی ہیں کہ انسان جسم کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔

مفسر شہیر عالم جلیل حضرت امام ابو عبداللہ القرطبی المتوفی ۶۷۱ھ کا فرمان

آپ اپنی تصنیف لطیف "التذکرۃ" میں اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں:

"وهذا صفة الاحيآء في الدنيا واذا كان هذا في

الشھدآء فالانبیآء احق بذالك واولی وقدصحّ ان
الارض لا تاکل اجساد الانبیآء وانہ ﷺ اجتمع
بالانبیآء لیلۃ الاسرآء فی بیت المَقدس و فی السمآء
ورأی موسیٰ قائما یصلی فی قبرہ واخبر ﷺ بانہ
یرد السلام علی کل من یسلم علیہ الی غیر ذلك مما
یحصل من جملۃ القطع بان موت الانبیآء انما ھو
راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا
موجودین احیآء وذلك کالحال فی الملائکۃ فانھم
موجودون احیآء ولایراھم من نوعنا الا من خصہ اللہ
بکرامۃ من اولیآئہ" (انباء الاذکیاء ص ۵۳)

یعنی رزق دیا جانا، خوش و خرم رہنا، مسرور و شادمان ہونا اس دنیا کے زندوں کی صفت ہے اور جب یہ حیات اور صفات شہداء میں موجود ہیں تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو اس کے زیادہ حق دار اور اولیٰ ہیں اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ زمین، انبیاء کرام کے اجساد مطہرہ کو نہیں کھاتی اور یہ کہ نبی مکرم رسول معظم شفیع امم ﷺ نے شب معراج بیت المقدس اور آسمانوں میں انبیاء کرام سے ملاقات کی اور آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر شریف میں در حالت قیام نماز میں مشغول پایا۔ اور آپ حضور پر نور ﷺ نے یہ بھی خبر دی کہ آپ ﷺ ہر سلام عرض کرنے والے کے سلام کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اس نوعیت کی اور بھی روایات صحیحہ ثابت، ہیں جن سے قطعی اور یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت کا منشاء و مآل صرف یہ ہے کہ وہ حضرات ہم سے یوں غائب ہیں کہ ہم ان کا ادراک و احاطہ

نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں جس طرح کہ ملائکہ کہ وہ زندہ بھی ہیں اور موجود ہیں لیکن ہم جیسا کوئی عام بشر ان کو نہیں دیکھ پاتا ہاں مگر جن اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامت سے نوازا ہوتا ہے وہ ان کا مشاہدہ کرتے ہیں[1]

حضرت الامام تقی الدین السبکی الشافعیؒ کا ارشاد

امام تقی الدین السبکی المتوفی ۷۵۶ھ شفاء السقام ص ۱۷۹ میں فرماتے ہیں کہ :

قد تضمنت الاحادیث المتقدمة ان روح النبی ﷺ ترد علیه وانه یسمع ویرد السلام

یعنی پہلی ذکر کردہ احادیث اس بات کو متضمن ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک آپ پر لوٹا دی گئی ہے آپ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

حیاة الانبیآء والشهدآء فی القبر کحیاتهم فی الدنیا و یشهدله صلوٰة موسیٰ فی قبره فان الصلوٰة تستدعی جسد احیا" (انباء الاذکیاء ص ۶۱)

انبیاء عظام علیہم السلام اور شہدائے کرام کی قبر میں حیات ان کی حیات دنیوی جیسی ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مقدس میں نماز پڑھتے دیکھا۔

---

[1] امام یافعیؒ کا قول ص ۸۳ پر گذر چکا ہے کہ متعدد حضرات اولیاء کرام نے نبی مکرم ﷺ کو زندہ اور متصرف دیکھا ہے وہ حضرات تو دیکھ سکتے ہیں سو دیکھتے ہیں لیکن ہم کو یہ کمال حاصل نہیں تو کم از کم اس جہالت کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے کہ جسے ہم دیکھ نہیں پاتے وہ شی موجود ہی نہیں۔

شیخ الشافعیہ امام عبدالقاہر کا ارشاد اور امام بارزی کا فتویٰ

امام کبیر استاد ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی جو شیخ الشافعیہ سے ملقب ہیں فرماتے ہیں:

قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعه وفاته وانه یبشر لطاعات امته ویحزن بمعاصی العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من یصلی علیه من امته (فتویٰ امام بارزی انباء الاذکیاء ص ۵۳)

یعنی ہمارے متکلمین محققین کا مذہب یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد زندہ ہیں۔ اپنے امتیوں کے نیک اعمال سے خوشی اور معاصی و فسق و فجور سے غم محسوس فرماتے ہیں اور آپ کی امت سے جو بھی آپ ﷺ پر درود بھیجے وہ آپ کو پہنچادیا جاتا ہے۔

مزید فرمایا:

واذاصح لناهذا الاصل قلنا نبینا ﷺ قدصار حیا بعد وفاته وهو علیٰ نبوته

جب یہ احادیث صحیحہ ہمارے لئے اصل ہیں تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہو گئے ہیں اور اپنی نبوت پر فائز ہیں۔

حافظ الحدیث الامام العلام ابن حجر شافعیؒ کا ارشاد

آپ اور امام عینی حنفی رحمہما اللہ تعالیٰ ہم عصر تھے۔ دونوں حضرات نہایت جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہیں۔ حتی کہ جب حافظین (دو حافظ الحدیث) بولا جائے تو یہی دونوں حضرات مراد ہوتے ہیں ان کے متاخرین

بلا افتراق مذہب انہی کے خوشہ چین ہیں۔

حضرت شہاب الدین ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں اس مسئلہ پر متعدد بار گفتگو فرمائی ہے۔ اسی لئے تو عثمانی صاحب نے آپ کے بارے میں اپنی ہفوات و خزعبلات میں بڑی ایمان سوز باتیں لکھی ہیں۔ امام عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عمدۃ القاری شرح الصحیح البخاری میں اس عقیدہ پر گفتگو متعدد مقامات پر کی ہے لیکن ڈاکٹر عثمانی کو شاید وہ نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ حضرت حافظ الملت ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ارشادات کسی چھوٹے موٹے رسالے یا کتابچے میں پڑھ لئے ہوں اور یہ واہی تباہی کہنا شروع کر دی۔ اللھم انی اعوذبك من شرورہ واجعلك فی نحورہ فاشدد علیہ وطاتك ان بطشك لشدید.

حضرت الامام ملا علی قاری الحنفی اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا یہ قول بطور خلاصہ کلام و اتمام دعویٰ ذکر فرماتے ہیں:

قال ابن حجر وّ ما افادہ من ثبوت حیاۃ الانبیآء حیاۃ بھا یتعبدون ویصلون فی قبور ھم مع استغنائھم عن الطعام والشراب کا لملائکۃ امر لا مریۃ فیہ

(مرقاۃ ج ۳ ص ۲۳۸)

یعنی اس حدیث سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کے ثبوت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے ایسی حیات جس کی وجہ سے وہ عبادت کرتے ہیں، اپنی قبور پر نور میں نمازیں پڑھتے ہیں، کھانے پینے سے مستغنی اور بے نیاز ہیں مثل ملائکہ اس معاملہ میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

حافظ الامت شارح بخاری علامہ عینی حنفیؒ کا عقیدہ

احناف کثر ہم اللہ تعالیٰ کے مایہ ناز محدث وفقیہہ، عالم بے عدیل حافظ بے مثیل امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ حدیث صعقہ (جو اس حیاتجان کائنات کے ص ۷۱ پر گذر چکی ہے) پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت الموت لیس بعدم انما هوانتقال من دارالیٰ دار فاذا کان هذا للشهدآء کان الانبیآء بذالك احق واولیٰ مع انه صح عنه ﷺ ان الارض لاتا کل اجساد الانبیآء علیهم الصلوٰة والسلام وان النبی ﷺ قدا جتمع بهم لیلة الاسرآء بیت المقدس والسمآء خصوصا بموسی علیه الصلوة والسلام فتحصل من جملة هذا القطع بانهم غیبواعنا بحیث لا ندرکهم وان کانوا موجودین احیاء وذلك کالحال فی الملائکة علیهم الصلوٰة والسلام فانهم موجودون احیآء لایراهم احد من نوعنا الا من خصه الله تعالیٰ بکرامته واذاتقرر انهم احیآء فهم فیمابین السمٰوٰت والارض فاذانفخ فی الصور نفخة الصعق صعق کل من فی السمٰوٰت والارض الامن شآء الله فاما صعق غیرا لانبیآء فموت واما صعق الانبیآء فالّا ظهرانه غشی (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۲۵۱)

یعنی میرا عقیدہ ہے کہ موت عدم نہیں یقیناً وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے۔ پس جب شہداء کے حق میں موت کا یہ معنی و مطلب ہے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ مفہوم و معنی کہیں زیادہ حق اور مناسب ہے مزید بر آں یہ کہ حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ السلام سے براوایات صحیحہ ثابت ہے کہ زمین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مطہرہ کو کبھی نہ کھائے گی (کیونکہ وہ زندہ ہیں) اور یہ بھی کہ نبی اکرم علیہ السلام کی دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شب اسریٰ بیت المقدس اور آسمانوں پر ملاقاتیں ہوئیں خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام (کہ ان کے ساتھ تو متعدد ملاقاتیں ہوئیں گفتگو اور باہمی مشورہ بھی ہوا) تو ان تمام (شواہد و دلائل) سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم سے پوشیدہ ہو گئے ہیں ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں اور یہ حال مثل حال ملائکہ ہے کہ وہ موجود اور زندہ ہیں اور نوع بشر میں سے کوئی انہیں دیکھ نہیں پاتا ہاں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامت وولایت سے خاص فرمایا ہو۔ جب یہ بات متقرر اور متحقق ہو گئی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں وہ آسمانوں اور زمین کی وسعتوں میں موجود ہیں تو جب صعق کا پھونک صور میں مارا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں موجود ہر کسی پر صعق (بے ہوشی یا موت) طاری ہو جائے گا مگر جس ذات کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمالیا وہ محفوظ رہے گا۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں صعق کا مطلب بے ہوشی ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا اور اسی بات کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ وارضاہ عنا نے لن یجمع اللہ علیك الموتتین میں اشارہ فرمایا اور ڈاکٹر عثمانی اپنی علمی کم مائیگی کی وجہ سے کچھ اور سمجھ گئے) اور غیر انبیاء کرام کے حق میں صعق کا مطلب موت ہے۔

یہی امام العلماء الراسخین عمدۃ المحدثین زینۃ الاحناف رقم طراز ہیں :

قلت لا اشکال فی هذا اصلا وذلك ان الانبیآء علیهم الصلوٰة والسلام افضل من الشهدآء والشهدآء احیاء عند ربهم فالانبیآء بالطریق الاولیٰ ولا سیمافی حدیث ابن عباس عند مسلم قال ﷺ کانی انظر الی موسی و کانی انظر الی یونس. اذا کان الامر کذالك فلا یبعد ان یصلوا ویحجوا و یتقربوا الی الله تعالیٰ بما استطاعوا مادامت الدنیا وهی دارا لتکلیف باقیة

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۵)

یعنی ہمارے نبی مکرم شفیع معظم ﷺ نے ان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بحالت بیداری دیکھا اس امر میں کسی لحاظ سے کوئی اشکال نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء سے بہت بلند مرتبہ ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں پس انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام بطریق اولیٰ زندہ ہیں خصوصاً یہ بھی کہ امام مسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے جو روایت کی ہے اس میں حضور اکرم ﷺ صراحتاً فرمارہے ہیں کہ میں موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں، یونس کو دیکھ رہا ہوں۔ تو جب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں سیر فرماتے ہیں تو یہ قطعاً بعید نہیں کہ وہ نماز پڑھیں حج کریں اور مقدور بھر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں جب تک یہ دنیا جو دار تکلیف ہے باقی ہے۔

حضرت العلام الامام السمہودیؒ کا فرمان

ممتاز سیرت نگار امام سمہودیؒ متوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:

ولاشك في حياته ﷺ بعد وفاته وكذا سائر الانبيآء عليهم الصلوٰة والسلام احيآء في قبورهم حياة اكمل من حياة الشهدآء التي اخبر الله تعالىٰ بهافي كتابه العزيز. (وفاء الوفآء ج۴ص ۱۳۵۲)

اور نبی مکرم ﷺ کی حیات بعد از وفات میں کوئی شک ہی نہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں ان کی زندگی شہداء کی زندگی جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے اپنی کتاب عزیز میں بتایا ہے، سے کہیں کامل تر ہے۔

حضرت الامام السیوطیؒ کا ارشاد

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ متوفی ۹۱۱ھ رقم طراز ہیں:

حياة النبي ﷺ في قبره هووسائر الانبيآء معلومة عندنا علما قطعيا لماقام عندنا من الادلة في ذلك وتواترت به الاخبار الدالة على ذلك.

(انباء الاذکیاء ص امر قاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد)

یعنی سرور کائنات ﷺ کا اپنی قبر شریف میں زندہ ہونا نیز دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ہمارے عقیدہ میں یقینی اور قطعی علم سے ثابت ہے۔ اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس دلائل موجود ہیں اور اس عقیدہ پر دلالت کرنے والی اخبار حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔

ایک مدلل و مفصل بحث و تمحیص کے بعد ارشاد ہے:

فحصل من مجموع هذا النقول والا حاديث ان النبی ﷺ حی بجسده وروحه وانه یتصرف ویسیرحیث شآء فی الارض وفی الملکوت وهوبهیئته التی کان علیها قبل و فاته لم یتبدل منه شئی وانه مغیب من الابصار کما غیبت الملائکة مع کونهم احیآء باجسادهم فاذا اراد الله رفع الحجاب عمن اراد اکرامه برؤیته فراه علی هیئته التی هو علیها لامانع من ذلك ولاداعی الی التخصیص برؤیة المثال (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۵)

یعنی ان تمام نقول واحادیث سے یہ بات حاصل ہو گئی کہ نبی اکرم شفیع معظم ﷺ اپنے جسد اطہر اور روح انور کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ زمین اور عالم ملکوت میں جہاں پسند فرماتے ہیں سیر اور تصرف فرماتے ہیں اور آپ ﷺ اپنی اسی ہیئت مبارکہ میں ہیں جس پر آپ اس وفات سے پہلے تھے آپ میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ آنکھوں سے یوں اوجھل ہو گئے ہیں جیسا کہ فرشتے، اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہوتے ہوئے بھی غائب ہیں پس جب اللہ تبارک وتعالیٰ ارادہ فرماتا ہے تو اس صاحب بخت رسا کی آنکھوں کے سامنے سے حجاب اٹھا دیتا ہے جسے آپ کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف فرمانا مقصود ہوتا ہے پس وہ خوش بخت آپ ﷺ کو آپ کی واقعی ہیئت میں دیکھتا ہے۔ اس امر سے کوئی مانع نہیں اور اس رؤیت کو مثالی رؤیت سے خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

شارح بخاری امام قسطلانیؒ اور حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت الامام زرقانیؒ کے ارشادات

(المتوفی ۹۳۲ھ) نے رحمت

کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوات والتسلیمات کے احوال مبارکہ پر مشتمل نہایت گرانقدر اور اپنی مثال آپ کتاب المواہب اللدنیہ تحریر فرمائی ہے ۔اس کتاب کی عظمت وو قعت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ عظیم کتاب اپنے زمانہ تصنیف سے آج تک تمام عالم اسلام میں مقبول و متداول ہے۔ مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مشہور محقق حضرات امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی فضیلت و عظمت کے پیش نظر اس کی شرح فرمائی ہے۔ یہ دونوں کتابیں عموماً اکٹھی ملتی ہیں اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"ومنها انه ﷺ حي في قبره يصلي فيه باذان واقامة وكذلك الانبيآء"

یعنی اور نبی اکرم ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اس میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور تمام انبیآء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہی شان ہے۔

"ولاشك ان حياة الانبيآء عليهم الصلوٰة والسلام ثابتة معلومة مستمرة ونبينا ﷺ فضلهم واذا كان كذلك فينبغي ان تكون حياته ﷺ اكمل واتم من حياة سائرهم"

اس حقیقت میں ذرہ شک نہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ثابت، معلوم اور مسلسل ہے۔ اور ہمارے نبی اکرم ﷺ ان تمام میں سے افضل ہیں۔ پس آپ ﷺ کی حیات ان سب کی حیات سے زیادہ مکمل اور زیادہ تام ہے۔

حضرت الامام ملا علی القاریؒ کا عقیدہ

زینۃ الاحناف عمدۃ الاخلاف حضرت العلام الامام علی بن السلطان القاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس مسئلہ پر بڑے شرح وبسط کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے:

"انه ﷺ حی فی قبره کسائر الانبیآء فی قبور هم وهم احیآء عند ربهم وان لا رواحهم تعلقابالعالم العلوی والسفلی کما کانوافی الحال الدنیوی ۔

(شرح الشفاء ۲ص ۱۴۲)

یعنی بلا شک آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء کرام اپنی اپنی قبور مطہرہ میں باحیات ہیں۔ یہ تمام حضرات اپنے رب جلیل کے نزدیک زندہ ہیں اور بلاشبہ ان حضرات کی ارواح مقدسہ کا عالم بالا وزیریں سے تعلق بعینہ ان کے احوال دنیا کی طرح کا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح کی شرح "مرقاۃ المفاتیح" ج ۳ ص ۲۳۸ پر فرمایا:

نعم ان الانبیآء تکون حیاتهم علی الوجه الاکمل ویحصل لبعض وراثهم من الشهدآء والاولیآء والعلمآء الحظ الاوفی بحفظ ابدانهم الظاهرة بل بالتلذذ بالصلوٰة والقراءة ونحوهما فی قبور هم الطاهرة الی قیام الساعة الآخرة وهذه المسائل کلها ذکرها السیوطی فی کتاب شرح الصدورفی احوال القبور بالاخبارالصحیحة والآثار الصریحة.

ہاں ہاں بلاشک وشبہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات اکمل ترین

صورت میں ہوتی ہے حتی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعض ورثاء از قبیل شہداء، اولیاء، علماء کو بھی حیات بعد الموت کا پورا پورا حظ (حصہ) ملتا ہے کہ ان کے ظاہری لبدان بھی محفوظ رہتے ہیں بلکہ یہ حضرات قیام قیامت تک اپنی قبور طاہرہ میں نماز، تلاوت وغیرہ اعمال صالحہ سے متمتع ہوتے ہیں اور ان تمام مسائل کو امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب "شرح الصدور فی احوال القبور" میں اخبار صحیحہ اور آثار صریحہ کے ساتھ ذکر اور ثابت و محقق کیا ہے۔

اور اسی کتاب کے ج ۳ ص ۲۴۱ پر سخن نواز ہیں :

"ای جمیع اجزائهم فلافرق لهم فی الحالین ولذاقیل اولیآء الله لایموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار ...... یحتمل الجنس والاختصاص بالفرد الاکمل والظاهر هوالاول لانه رأی موسیٰ قائما یصلی فی قبره وکذالك ابراهیم کما فی حدیث مسلم وصح خبر الانبیآء احیآء فی قبور هم یصلون قال البیهقی وحلولهم فی اوقات مختلفة فی اماکنَ متعددة جائز عقلا کما ورد به خبر الصادق.

یعنی اللہ تعالیٰ زمین پر بوجہ تکریم حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد شریفہ، اور ان کے تمام اجزاء میں سے کسی جزء کو گزند پہنچائے۔ پس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دونوں حالتوں (ظاہری حیات طیبہ اور حیات حقیقیہ اخرویہ) میں قطعاً کوئی فرق نہیں اور اسی لئے فرمایا گیا ہے اللہ کے اولیاء واحیآء مرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار میں منتقل ہو جاتے ہیں اور یہ ارشاد مقدس کہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔ تمام انبیاء

کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے اور انبیاء کرام کے فرد اکمل ہمارے آقا و مولا ﷺ کے ساتھ اختصاص کا احتمال بھی رکھتا ہے اور پہلی بات ہی ظاہر ہے کیونکہ نبی مکرم شہ دوسرا ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر شریف میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح آپ نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور یہ حدیث صحیح بھی پہلے قول کی مؤید ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اپنی قبور مطہرہ میں نمازیں ادا فرماتے ہیں۔ اور امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مختلف اوقات میں متعدد مقامات پر تشریف آوری عقلاً بھی جائز ہے اور مخبر صادق ﷺ کی خبر اس پر مستزاد (پس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، حاضر ہیں، ناظر ہیں عقل و نقل سے یہ بات ثابت ہے)۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الجلی کے فرامین

شیخ محقق سیدی وسندی شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمات ربہ القوی متوفی ۱۰۵۲ھ وہ برتر از بیان اوصاف ہستی ہیں جن کا علمی و عملی مقام پورے عالم اسلام میں مسلم ہے، برصغیر میں علم دین سے ممارست رکھنے والا شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو جو بالواسطہ آپ کے تلامذہ میں سے نہ ہو۔ ہر کوئی انہی کا خوشہ چین اور آپ کے دستر خوان علم و فضل کا ریزہ خور ہے۔ آپ نے اپنی تصانیف منیفہ میں کئی مقامات پر اس عقیدہ کو نہایت مدلل انداز میں بڑے شرح و بسط کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور تقریباً اسی موضوع پر آپ کی تصنیف "جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب" تو اسم بامسمیٰ ہے۔ آپ کی چند تحریریں ملاحظہ ہوں۔

"وحیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے
نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی

چنانکہ شہداء راست" (اشعۃ اللمعات ص ۵۷۴ اور تقریباً یہی مضمون مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷ پر ہے)

"و ہیچ کس را خلاف نیست دراں کہ آں کامل تر و قوی تراز وجود شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ است کہ آں معنوی اخروی است عند اللہ و حیات انبیاء حیات حسی دنیاوی است"۔ (مدارج ج ۲ ص ۴۴۷)"وباچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم وباقی است وبر اعمال امت حاضر ناظر"

(مکاتیب بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۵ المکتوب اقرب السبل الی سید الرسل)

شاہ ولی اللہؒ کا عقیدہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۷۶ھ کو ہندوپاکستان میں جو علمی مرتبہ و مقام حاصل ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ ان کی تصنیف الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین کا ایک ایک واقعہ حضور ﷺ کی حیات اقدس پر دلالت کر رہا ہے۔ اہل ذوق اس کا مطالعہ فرمائیں۔ سردست شاہ صاحب کی ایک اور تصنیف فیوض الحرمین میں مرقوم ان کا اپنا مشاہدہ عرض کرتا ہوں:

لما دخلت المدينة المنورة وزرت الروضة المقدسة على صاحبها افضل الصلوٰة والتسليمات رأيت روحه ﷺ ظاهرة بارزة لافي عالم الارواح فقط بل في المثال القريب من الحس فادركت ان العوام ان مايذكرون حضور النبي ﷺ في الصلوٰة وامامته

بالناس فیها وامثال ذلك من هذه الدقیقة......
ورأیتهﷺ فی اکثر الامور یبدی لی صورته
الکریمة التی کان علیها مرة بعد مرة انی طامح
الهمة الی روحانیته لا الیٰ جسمانیتهﷺ فتفطنت
ان له خاصیة من تقویم روحه بصورة جسده علیه
الصلوٰة والسلام وانه الذی اشارالیهﷺ بقوله ان
الانبیآء لا یموتون وانهم یصلون یحجون فی قبور
هم وانهم احیاء الی غیر ذالك ولم اسلم علیه قط
الاوقد انبسط الی وانشرح وتبدّی وظهر وذلك لا نه
رحمة للعالمین. (فیوض الحرمین مترجم ص ۸۳ تا ص ۸۵
مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی)

اس عبارت کا ترجمہ عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی سے ہی ملاحظہ فرمایئے جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں تاکہ ان کی طرف سے بھی تائید وشہادت شامل ہو جائے۔

"جس وقت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضۂ اقدس علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ والف الف تسلیم کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے روح مبارک و مقدس علیہ السلام کو ظاہراً و عیاناً دیکھا نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب تو میں سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں وغیر ذالک کہ یہ اسی دقیقہ کی باتیں ہیں...... اور میں نے نبی اکرم ﷺ کو آپ کی اصلی صورت کریمہ میں بار بار دیکھا۔ باوجود یہ کہ میری تمنا اور آرزو تھی کہ روحانیت

میں دیکھوں نہ کہ جسمانیت رسول اکرم ﷺ میں۔ تو میری یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم ﷺ میں کرنا اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف آپ نے اپنے قول مبارک سے اشارہ فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو موت نہیں آیا کرتی وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھا کرتے ہیں اور حج کیا کرتے ہیں۔ اور وہ زندہ ہوا کرتے ہیں۔ اور جس وقت بھی میں نے آپ پر سلام بھیجا تو آپ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظہور فرمایا اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں"

یہی[1] اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے۔ آب حیات میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اسی کی تصریح کی ہے۔

اسی کتاب کے ص ۲۸ پر فرمایا:

"ان الانبیآء لایموتون وانھم یصلون ویحجون فی قبورھم وانھم احیآء"

بلاشک و شبہ انبیاء کو موت عادی نہیں آتی اور بے شک وہ اپنی اپنی قبور پر نور میں نماز پڑھتے ہیں، حج فرماتے ہیں اور بلاشبہ وہ زندہ ہیں۔

بیہقی وقت حضرت مظہری نقشبندیؒ کی تحقیق

تفسیر مظہری جیسی تفسیر کے مصنف جنہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے "بیہقی وقت" فرمایا ہے میری مراد ہے حضرت العلام القاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں:

"والحق عندی عدم اختصاصھا بھم بل حیاۃ الانبیآء اقویٰ منھم واشد ظھورا آثار ھافی الخارج حتی لا

---

[1] یہاں مترجم اپنا مذہب ذکر کر رہے ہیں۔

یجوزا لنکاح بازواج النبی ﷺ بعدوفاته بخلاف الشهید" (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۵۲)

میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ حیات بعد الموت جس کا اثبات اللہ رب العزت یہاں فرما رہے ہیں صرف شہداء کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ان سے کہیں زیادہ قوی اور خارجی آثار کے ظہور کے لحاظ سے بہت نمایاں ہے حتی کہ نبی مکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن وارضاھن عنا کے ساتھ نکاح جائز نہیں جبکہ شہید کی بیوہ سے نکاح جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محی السنّت مجدد الامۃ سندی الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے زور قلم و علم کا آپ کے مخالفین نے بھی اعتراف کیا ہے جن کو علماء عرب و عجم نے اپنا سید و رئیس کہا ہے آپ کو مجدد سے ملقب کیا ہے۔ آپ نے نظم و نثر دونوں انداز میں اسی عقیدہ جلیلہ کو اپنے اسلوب میں صراحتاً بیان فرمایا ہے:

"رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقتاً ایسے ہی زندہ ہیں جیسی رونق افروزی دنیا کے زمانہ میں تھی ان کی موت ایک آن کے لئے تصدیق وعدہ الٰہیہ کل نفس ذائقة الموت کے واسطے ہوتی ہے پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں مجالس خیر میں تشریف لے جاتے ہیں کھانا پینا سب کچھ

دنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں۔ کمانطقت به الاحادیث وائمة القدیم والحدیث واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۹۷)

ایک اور مقام پر افادہ فرمایا:

"انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر ان کو ویسی ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے"

اور یہ گہر ہائے آبدار اس عقیدۂ جلیلہ پر دال آیات مقدسہ واحادیث طیبہ کا خلاصہ ہیں۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اس آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
اس کی ازواج سے جائز ہے نکاح
اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا
جسم پر نور بھی روحانی ہے

اور کیا خوب فرمایا ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

اور کیوں نہ یہ عقیدہ رکھا جائے جبکہ

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہاں ہے[1]

جبھی تو امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں یوں گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں ؎

وان من جودك الدنيا وضرّتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

احمد علی سہارنپوری کا عقیدہ

مولانا احمد علی سہارنپوری رقم طراز ہیں :

والاحسن ان يقال ان حياته ﷺ لايتعقبها موت بل يستمر حيا والا نبياء احياء في قبورهم

(حاشیہ بخاری ص ۵۱۷)

یعنی یوں کہنا خوب تر ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ان کی حیات کے بعد موت آئی ہی نہیں بلکہ آپ کی یہ حیات ہمیشہ کے لئے مستمر ہے (موت فقط ایک پردہ ہے) اور تمام انبیاء کرام اپنی قبور میں باحیات ہیں۔

بانی دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ

بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی کا ایک قول پہلے صفحہ نمبر ۵۶ پر گذر چکا ہے۔

---

[1] اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ کا یہ شعر حدیث قدسی سے ماخوذ ہے لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اے محبوب اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث کو سیدی و مولائی ضیاء الامت حضرت العلام پیر محمد کرم شاہ مدظلہ العالی نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ضیاء القرآن ج ۵ ص ۴۷۴ میں تفسیر روح المعانی للعلامۃ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اور امام ربانی نے اپنے مکتوب نمبر ۱۲۲ میں بانی دارالعلوم دیوبند جناب قاسم نانوتوی صاحب نے اپنی کتاب آب حیات میں بھی چند مقامات پر تحریر کیا ہے۔

حیات النبی ﷺ کے موضوع پر اپنی تالیف آب حیات میں تو وہ ایک آن کے لئے بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر موت کے طاری ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

ان کی اس تالیف کے چند مزید اقتباسات ملاحظہ ہوں :

"اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں کیونکہ عدم اقتضاو قوع فعل وراثت زوال حیات کی صورت میں تو متصور ہی نہیں۔ متصور ہے تو حیات میں متصور ہے۔ لیکن انبیاء کی زندگی زیر پردہ عارض ظاہر بینوں کی نظروں سے مستور ہے۔ مثل امت ان کی موت میں زوال حیات نہیں۔ تو لاجرم وقت ترک جو وقت موت ہے انبیاء زندہ ہوں گے اور ان کی موت حیات کی ساتر ہو گی یعنی یہ موت رافع و دافع نہ ہو گی" (آب حیات ص ۳۶)

"ہر چہ باد لبادر سول اللہ صلعم[۱] (ﷺ) اور مؤمنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے۔ ہاں فرق ذاتیت و عرضیت متصور نہیں وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے۔ اس لئے وقت موت حیات نبوی (ﷺ) زائل نہ ہو گئی۔ ہاں مستور ہو جائے گی۔ اور حیات مومنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی۔ سو در صورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ

۱۔ نبی پاک ﷺ کے اسم گرامی پر ہمیا صلعم لکھنا بدعت قبیحہ و حرام فعل ہے کیونکہ یہ تخفیف ہے۔ پورا درود شریف ﷺ لکھنا چاہیے۔

(ﷺ) کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے
اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے
زائل نہیں ہوتا۔ یا مثل شمع چراغ خیال فرمایئے کہ جب اس
کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس
کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے۔ زائل نہیں ہو جاتا"۔

(آب حیات ص ۱۲۰ مطبع قدیمی دہلی)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا عقیدہ

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۸۳ مطبوعہ دیوبند، اور سعید کمپنی کے مطبوعہ کے ص ۲۲۴ پر موصوف لکھتے ہیں۔

"تلخیص مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کی یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں۔ اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا، نماز پڑھنا، غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا، سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا۔ یہ تو دائماً ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواص امت سے یقظہ میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے اور حالت رویا و کشف میں تو ایسے واقعات حصر و احصاء سے متجاوز ہیں اور ان مشاغل کے ایک وقت میں اجتماع سے تزاحم کا وسوسہ نہ کیا جاوے کیونکہ برزخ میں روح کو پھر خصوصاً روح مبارک کو بہت وسعت ہوتی ہے"

مولوی حسین احمد صاحب کا عقیدہ بارہویں صدی ہجری میں جب بعض افکار واوہام کی بناء پر علماء دیو بند کی تکفیر عام کی گئی عرب و عجم کے متعدد علماء اعلام نے ان افکار باطلہ کے معتقدین ومؤیدین کو خارج از اسلام قرار دیا تو بعض دیگر کتب مثلاً صراط مستقیم، تقویۃ الایمان، حفظ الایمان وغیرہ معتمدات و مستندات دیو بند کی تحریرات کے برعکس اپنے کو جمہور امت مسلمہ کے ساتھ متفق ظاہر کرنے کے لئے دارالعلوم دیو بند کے صدر المدرسین اور ناظم تعلیمات مولوی حسین احمد صاحب نے عربی میں ایک کتاب المہند لکھی۔ اس کتاب میں وہ تمام علماء دیو بند کا عقیدہ یوں تحریر کرتے ہیں۔

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالةﷺ حي في قبره الشريف وحياتهﷺ دنيوية من غير تكليف وهي مختصة بهﷺ وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداءة البرزخيةً كماهي حاصلة لسائر المومنين بل لجميع الناس .

(عقائد علماء دیو بند ص ۲۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اس کا ترجمہ بھی انہی کی زبانی ملاحظہ ہو :

مسئلہ حیات النبی میں علماء دیو بند کا عقیدہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات دنیا کی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو (ص ۲۱)

اس کتاب پر تصدیقات کرنے والے علماء اعلام میں سے ایک جلیل القدر حرم نبوی شریف کے مدرس علامہ احمد بن محمد خیرا لشنقیطی ہیں۔ ان کی تصدیق و تقریظ کا ایک ایمان افروز جملہ ملاحظہ ہو۔

"فھو ﷺ حي في قبره الشريف يتصرف في الكون باذن الله تعالىٰ كيف شآء"

یعنی پس آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے اذن سے کائنات میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔

ناظرین کرام! ان آیات مقدسہ، احادیث طیبہ، آثار صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اقوال علماء کے مطالعہ سے آپ پر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ تمام انبیاء کرام خصوصاً سید الرسل، خاتم النبین ﷺ حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ اپنی قبور پر نور میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ رزق کھاتے ہیں۔ اقامت نماز و ادائیگی حج اور دیگر نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے جس طرح چاہتے ہیں عالم بالا وزیریں میں تصرف کرتے ہیں سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جانتے ہیں سلام کرنے والوں کو جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ طالبین کی طلب کو پورا کرتے ہیں۔ اپنی امت کے گناہ گاروں کی بخشش کے لئے بارگاہ صمدیت میں التجائیں کرتے ہیں۔ اور ان کی ان صفات کا وہ حضرات ہر آن مشاہدہ فرماتے ہیں۔ جو دل بینا اور نور بصیرت سے سرفراز ہیں۔ تقویت ایمان و ایقان اور تبرک کے طور پر چند واقعات عرض کرتا ہوں۔[1]

(۱) حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نہایت جلیل القدر بزرگ اور مشہور و معروف ولی اللہ ہیں۔ ان کا یہ واقعہ کتب میں مذکور ہے کہ جب ۵۵۵ھ

---

[1] یہ واقعات کتاب الحج میں محمد زکریا کاندھلوی نے بھی لکھے ہیں۔

میں زیارت بیت اللہ سے فارغ ہو کر روضۂ مطہرہ کی زیارت کی غرض سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو مواجہ شریف میں نہایت ہی رقت کے ساتھ اپنا مدعا یوں عرض کیا۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھذہ دولة الاشباح قد حضرت
فامدد یمینك کی تحظی بھا شفتی

ترجمہ: آپ سے دوری کے عالم میں، میں اپنی روح کو آپ حضور کی خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا اور وہ میرے نائب کی حیثیت سے آکر آستانہ مقدسہ کو بوسے دیا کرتی تھی (یا رسول اللہ! بندہ کی خوش نصیبی ہے کہ) اب جسم کی حاضری کا موقع ملا سو اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ میرے ہونٹ اسے چومنے کی سعادت حاصل کریں۔

ان کا یہ عرض کرنا تھا کہ قبر شریف سے دست مبارک بلند ہوا اور انہوں نے لپک کر بوسہ دیا۔ اور اپنے عشق بے تاب کی تسلی کا سامان فراہم کیا۔

بعض روایات میں ہے اس وقت نوے ہزار آدمی موجود تھے جنہوں نے یہ جاں افزا اور روح پرور منظر دیکھا اور حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔

(۲) ایک اور بزرگ ابوالخیر اقطع اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں فاقہ سے داخل ہوا پانچ دن وہاں رہا لیکن ایک لقمہ تک چکھنے کو نہ ملا۔ میں نبی مکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوا آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ

عنہا کی خدمت میں سلام کر کے عرض کیا:

انا ضیفك اللیلة یارسول اللہ

اے اللہ کے رسول! آج رات میں آپ کا مہمان ہوں۔

یہ عرض کر کے وہاں سے ہٹا اور آن کر منبر شریف کے پیچھے سو گیا۔ خواب میں سید الکونین ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا۔ دائیں طرف حضرت ابو بکر بائیں طرف حضرت عمر اور آگے آگے حضرت علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تھے۔ حضرت علی نے مجھے آکر ہلایا اور فرمایا:

قم وقد جآء رسول اللہ ﷺ

اٹھو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔

میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور حضور پر نور ﷺ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا بعد ازیں نبی مکرم قاسم نعم ﷺ نے مجھے ایک روٹی عنائت فرمائی میں نے عالم خواب میں نصف روٹی کھائی معاً بیدار ہوا تو میرے ہاتھ میں نصف روٹی موجود تھی۔[1]

(۳) عتبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی حکائت بیان کرتے ہیں کہ میں منبر شریف کے قریب بیٹھا تھا۔ ایک اعرابی حاضر ہو کر عرض کناں ہوا:

السلام علیك یارسول اللہ سمعت اللہ یقول ولو انھم اذظلموا......الخ وقد جئتك[2] مستغفراً من ذنبی مستشفعاً[3] بك الی ربی.

---

[1] یہ واقعہ روض الانف، وفاء الوفاء، طبقات الاولیاء میں بھی موجود ہے۔

[2] معلوم ہوا کہ نبی مکرم شفیع معظم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کی نیت سے سفر کرنا جائز اور اسلاف کرام کا معمول ہے۔ بدعت و شرک نہیں۔

[3] اللہ رب العزت کی بارگاہ میں رسول مکرم شفیع معظم ﷺ کی شفاعت کے وسیلہ کے طالب ہیں۔

یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو میں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ولوانهم اذظلموا...... الخ لہٰذا میں آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں گناہ کی معافی مانگتا ہوں اور اپنے رب کے حضور آپ کی شفاعت کا طلبگار ہوں۔ وانشدیقول اور یہ شعر پڑھے :

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمه

فطاب من طیبهن القاع والاکم

نفسی الفداء لِقبرانت ساکنه

فیه العفاف وفیه الجود و الکرم

ترجمہ : اے بہت بہتر ان تمام سے جن کو وسیع وعریض زمین میں دفن کیا گیا سو ان کی خوشبو و پاکیزگی سے میدان اور ٹیلے (نشیب و فراز) مہک اٹھے۔ میری جان اس قبر پر قربان! جس میں آپ سکونت پذیر ہیں۔ جس میں عفت و پاکی، سخاوت اور عزت و عظمت ہے۔

یہ عرض کر کے وہ واپس پلٹ گیا۔ اسی اثناء میں نیند مجھ پر غالب آئی خواب میں نبی اعظم محبوب مکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ نے مجھے فرمایا :

یاعتبی الحق الاعرابی فبشره بان اللہ تعالیٰ قدغفرله.

اے عتبی اٹھو! اس اعرابی کو جاملو اور اسے خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے۔

(۴) اسی طرح حضرت محمد بن حرب باھلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور نبی رحمت ﷺ کی قبر اقدس پر حاضر ہوا تو میں نے ایک

اعرابی کو اونٹ سے اترتے دیکھا۔ پھر اس نے اونٹ بٹھایا اس کا گھٹنا باندھا اور حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہوا۔ اور آن کر نہایت ہی اچھا سلام عرض کیا۔ اور خوب عمدہ دعا مانگی عرض کیا:

بابی انت وامی یا رسول الله ان الله خصك بوحیه وانزل علیك کتاباً و جمع فیه[1] علم الاولین والآخرین وقال فی کتابه وقوله الحق ولوا انهم واذظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما وقد اتیتك[2] مقرا بذنبی مستشفعا[3] بك الیٰ رب وهو ماوعدك ثم التفت الی القبر فذکر البیتین وزاد بینهما

انت النبی الذی ترجی شفاعته
عند الصراط اذا ماذلت القدم

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی وحی کے شرف سے مختص فرمایا۔ آپ پر اپنی عظیم الشان کتاب نازل فرمائی اور اس میں آپ کیلئے اولین و آخرین کے علوم جمع کر دیئے اور اپنی اس کتاب مجید میں اس نے فرمایا ہے اور اس کا فرمان بالکل حق ہے کہ "اے حبیب! جب یہ لوگ اپنی جانوں پر ستم ڈھانے کے بعد آپ کے پاس حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے

---

1. نبی اکرم نور مجسم شفیع امم ﷺ اولین و آخرین کے تمام علوم کے جامع ہیں
2. رسالت مآب ﷺ کے دربار میں حاضری کی نیت سے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر (شد رحال کر کے) آئے۔
3. آپ ﷺ کا وسیلہ، اپنے رب کریم کی جناب میں پیش کیا۔

اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور پھر آپؐ ان کی شفاعت فرمادیں تو وہ لوگ ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ کو خوب توبہ قبول فرمانے والا اور نہایت مہربان پائیں گے"۔ اب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے آپ کے رب کی بارگاہ میں آپ کو اپنا شفیع بناتے ہوئے اور آپ کی شفاعت قبول فرمانے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمارکھا ہے۔

یہ عرض کرنے کے بعد وہ اعرابی قبر شریف سے لپٹ گیا اوپر والے دونوں شعر عرض کیے اور ان میں اس کا اضافہ کیا:

ترجمہ: آپ وہ جلیل القدر نبی ہیں جن کی شفاعت کی تمنا پل صراط سے گذرتے وقت ہو گی جبکہ قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔

حضرت محمد بن حرب باھلی فرماتے ہیں کہ اس عرض و نیاز کے بعد عراہی اپنی سواری پر جابیٹھا

فما اشك ان شآء الله الا انه راح بالمغفرة

مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ انشاء اللہ اپنے گناہوں کی مغفرت لیکر گیا۔

بطور نمونہ امام سخاوی علیہ الرحمۃ کی کتاب مستطاب "القول البدیع" سے یہ چند واقعات ذکر کر دیئے ہیں وگرنہ ان گنت و بے شمار واقعات کتب میں مندرج ہیں۔ ان درج کردہ واقعات کی صحت میں اگر کوئی شخص اپنے ذاتی نظریات سے مخالفت کی بنا پر شک کرے تو علیحدہ بات ہے۔ وگرنہ علماء حق تو روز اول سے ذکر کرتے چلے آرہے ہیں۔

ولا ینکر ذالك الا جاهل او عناد۔

یعنی سوائے جاہل مطلق اور عناد پرست کے کوئی بھی ان واقعات کا انکار

نہیں کرتا۔[1]

ان دلائل واقعیہ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً سید الانبیاء ختم الرسل ﷺ اپنی قبور پر نور میں زندہ ہیں۔ حاضر ہونے والوں کے سلام و کلام کو سنتے ہیں ان کی حاجت روائی فرماتے ہیں ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ کمامر من قبل۔

عثمانی کمپنی کے اقوال کے جوابات

آیئے اب ذرا ڈاکٹر عثمانی کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیں۔ ہم اپنے خدا کو شاہد جانتے ہوئے ان دلائل کی حقیقت آپ کے سامنے واضح کرتے ہیں۔ اگر آپ بغور مطالعہ فرمائیں گے تو آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ کس طرح ڈاکٹر موصوف نے کتر بیونت اور تحریف لفظی و معنوی سے کام لے کر اپنا مطلب و مدعا حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

- ڈاکٹر عثمانی کی تمام تالیفات میں چند آیات واحادیث ہیں جن کو مختلف انداز میں پیش کر کے اپنے مطلب کے حصول کی ناکام کوشش کی ہے اس کی ہر ایک کتاب اس کی دوسری کتاب کا چربہ معلوم ہوتی ہے۔ بناء بریں ہماری یہ کوشش ہو گی کہ موضوع زیر بحث پر کلام کرتے ہوئے ساتھ ساتھ موصوف کی دیگر ریشہ دوانیوں کا بھی جواب ہو جائے۔ اس طرح اس کے تمام کتابچوں کی

---

[1] ترجمان حقیقت علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے ۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے   عشق بے چارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

نیز کیا خوب ہے ۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں   عشق پر ایمان کی بنیاد رکھ

حقانیت کا نقشہ آپ کے سامنے آجائے گا۔

ان آیات پر علیحٰدہ علیحٰدہ تفصیلی کلام سے قبل تھوڑا سا اجمالی اور مجموعی بیان مناسب ہو گا۔ ڈاکٹر مذکور کا ان آیات طیبہ کے ذکر سے جو اصلی مقصد ہے وہ گزشتہ صفحات پر گذر چکا ہے۔ علاوہ ازیں وہاں موت کی کسی قدر تشریح اور اس کا معنی و مفہوم بھی مذکور ہوا ہے۔ اور عثمانی صاحب جیسے نظریات رکھنے والے لوگ عام مسلمانوں کو حیات اور موت کے ظاہری لفظ سے ہی دھوکا دیتے ہیں اس لئے مناسب ہو گا کہ یہاں موت اور حیات کا وہ معنی و مفہوم ذکر کیا جائے جو قرآن و سنت کو مطلوب اور عربی قواعد لغت کے مناسب ہے۔

موت وحیات کا شرعی مفہوم

لفظ موت قرآن مجید میں متعدد معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً زمین میں قوت نمو کا مفقود ہونا۔ حواس کا جاتے رہنا۔ حزن، سکون، نیند اور ابانة الروح عن الجسد (جسم سے روح کا جدا ہونا) اور جب ہم کسی انتقال کرنے والے شخص کے لئے موت کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے یہی آخری معنی مراد ہوتا ہے اسی لئے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

انبیاء اللہ لایموتون بل ینتقلون من دارالیٰ دار

(تفسیر کبیر امام رازی متوفی ۶۰۶ص ج ۲۱ ص ۴۱)

یعنی "اللہ کے نبیوں کو موت (حقیقی) نہیں آتی (موت عادی آتی ہے، اسی لئے تو فرمایا) کہ وہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہو جاتے ہیں" اور علماء ربانیین نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں واضح کیا:

اولیاء اللہ لایموتون ولکن ینتقلون من دارالفناء الی دار البقاء (مرقاۃ شرح مشکوۃ علامہ علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ ج ۳ ص ۲۴۱)

اللہ کے خاص بندوں کو موت کے ہاتھ فنا نہیں کرتے موت کی وجہ سے ان کے حواس اور قوای مدرکہ میں کوئی خلل نہیں پڑتا بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ عمدہ اور اچھی[1]

زندگی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ پہلے دار فناء میں تھے اب یہاں سے منتقل ہو کر دار بقا کو چلے گئے۔ جہاں نہ خوف ہو گا نہ غم۔ جملہ مفسرین کرام اور علماء لغت نے موت کا یہی معنی کیا ہے۔ کسی بھی کتاب میں اموات کے متعلق موت کا معنی گل سڑ جانا، حواس و مشاعر کا مفقود ہو جانا نظر نہیں آیا بلکہ قرآن مجید میں تو زندہ کفار کو بھی اموات کہا گیا ہے۔ نیز ارشاد نبوی ﷺ "موتوا قبل ان تموتوا" بھی متقاضی ہے کہ موت کا یہ معنی بیان کرنا خانہ زاد اختراع ہے۔ پانچویں صدی ہجری سے قبل کے کسی شاعر کا شعر ملاحظہ ہو ؎

لیس من مات فاستراح بمیت
انما المیت میت الاحیآء

جس کو موت آئے اور وہ (دنیاوی کلفتوں سے راحت پا جائے مردہ نہیں بلکہ مردہ تو وہ ہے جو زندہ میں ہوتے ہوئے بھی مردہ ہو یعنی وہ اپنی اس زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر نہیں کرتا۔

علماء تفسیر و لغت نے موت کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا :

---

[1] قرآن مجید میں ارشاد ہے :

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینه حیوة طیبة

یعنی جو بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مؤمن ہو تو ہم اسے ضرور (مرنے کے بعد) صاف ستھری زندگی عطا کریں گے۔ اس آیت میں ایک تفسیری قول ص ۱۹ پر گذر چکا ہے۔

الموت صفة وجودية خلقت ضداالحیاۃ وباصطلاح اهل الحق قمع هوی النفس فمن مات عن هواه فقد حیی (تفسیر روح البیان للشیخ اسمٰعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ ج ۵ ص ۴۷۶)

موت صفت وجودی ہے جو حیات کی ضد ہے اور اہل حق کی اصطلاح میں موت اپنی نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرنا ہے۔ سو جو شخص اپنی خواہشات سے دستکش ہو گیا وہ زندگی جاوید پا گیا۔

قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولافنآء صرف وانما هوانقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقة وحیلولة بینهما و تبدل حال و انتقال من دار الیٰ دار (امام سیوطی رحمہ اللہ متوفی ۹۱۱ھ شرح الصدور ص ۵)

علماء کرام کا ارشاد ہے کہ موت بالکل نیست ونابود اور مکمل طور پر فنا ہو جانے کا نام نہیں بلکہ موت کا مطلب یہ ہے کہ روح[1] اور بدن کا باہمی تعلق منقطع اور جدا ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے موت تو بس تبدیلی حالت اور دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب (شرح الصدور ص ۷)[2]

---

[1] روح اور حیات میں بہت واضح فرق ہے چند سطور کے بعد بیان ہو گا۔

[2] اسی لئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت جب ان کی زوجہ محترمہ نے کرب ورنج کا اظہار کیا اور کہا واحرباہ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فوراً منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ افسوس بھرے کلمات نہ کہو بل قولی واطرباہ بلکہ کہو وہ کتنی عظیم خوشی کا مقام ہے کیونکر القی غدا الاحبۃ محمد وصحبہ۔ کل میں اپنے محبوب حضرات، سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب سے جا ملوں گا۔

اور ترجمان حقیقت کہتے ہیں :-

نشان مرد مومن باتو گویم ۔۔۔ چو مرگ آید تبسم برلب اوست

موت کو ایک پل سمجھ لو جو ایک دوست کو دوسرے دوست کے ساتھ ملا دیتا ہے۔

وان الموت ليس عدماً مطلقا صرفابل هو عدم شيئى مخصوص ۔ (تفسیر روح المعانی للعلامہ آلوسی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۷۰ھ ج ۲۹ ص ۵۱۴)

موت کا معنی یہ نہیں کہ مرنے والا مکمل طور پر نیست ونابود ہو جاتا ہے بلکہ موت ایک مخصوص حالت کے معدوم ہو جانے کو کہتے ہیں۔

حیات

حضرت العلامہ القاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اپنی تفسیر مظہری کے ج ۲۹ ص ۱۸ پر رقم طراز ہیں:

والحياة عن صفات الله تعالىٰ وهي صفة يستتبعها العلم والقدرة والارادة وغيرها من صفات الكمال وقد استود عها الله في الممكنات وخلقها فيها على حسب اراد ته واستعدادا تها فظهرت في الممكنات على مراتب شتى.

یعنی حیات اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور وہ ایسی صفت ہے جو علم قدرت، ارادہ اور اس قسم کی دیگر صفات کمالیہ کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ممکنات میں ودیعت فرما رکھا ہے اور ان مین اس کی ذاتی صلاحیتوں اور اپنے ارادہ کے مطابق اسے پیدا فرمایا ہے۔

مشہور درسی تفسیر جلالین میں ہے:

الحیوۃ وھی مابہ الاحساس ۔

(جلالین ص ۴۲۶ نور محمد اصح المطابع)

یعنی حیات وہ شی ہے جس سے احساس وادراک حاصل ہوتا ہے۔

بغرض اختصار انہی دو حضرات کے ارشادات پر اکتفاء کرتا ہوں وگرنہ جملہ مفسرین اور علماء لغت کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حیات ایسی صفت ہے جو علم، قدرت، ارادہ، سماع و رویت اور دیگر اوصاف کمالیہ کا سبب ہے یہ اوصاف ہیں تو حیات موجود ہے اور اگر یہ اوصاف نہیں تو حیات بھی نہیں اور پھر یہ بھی واضح ہوا کہ روح کا حیات و موت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جسم سے خروج روح، موت نہیں اور نہ ہی جسم میں روح کا پایا جانا حیات مستمرہ کی دلیل ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ روح و جسم دونوں سے پاک ہے تو کیا ان دونوں اوصاف کے معدوم ہونے کی بناء پر حیات الٰہی کا بھی انکار کیا جائے گا۔ ستون حنانہ کا قصہ مشہور ہے کہ جب اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمانے کی بجائے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم منبر پر جلوہ گر ہوئے تو اس کھجور کے پرانے خشک تنے نے چھوٹے بچے کی طرح سسک سسک کر رونا شروع کر دیا اور جب حضور اکرم ﷺ نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ تسلی آمیز کلمات ارشاد فرمائے تو وہ خشک تنا بالکل بچوں کے چپ ہونے کی طرح ہچکیاں لیتا ہوا خاموش ہوا۔

اسی طرح درخت کا یہ سن کر کہ "رسول اللہ ﷺ تمہیں بلا رہے ہیں" چل کر حاضر[1] ہونا۔ ابو جہل کے ہاتھ میں کنکریوں کا کلمہ پڑھتے ہوئے بول اٹھنا،

---

[1] علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جائت لدعوتہ الاشجار ساجدۃ
تمشی الیہ علی ساق بلاقدم

حضور پر نور ﷺ نے بلایا تو اشجار سر تسلیم خم کر کے حاضر خدمت ہو گئے اور وہ بغیر پاؤں کے پنڈلی (تنے) پر چل کر آئے۔

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پتھروں کا صلوٰۃ و سلام عرض کرنا۔ حضور پر نور ﷺ کا دو درختوں کو پکڑ کر باہم ملانا، ان کا مل جانا اور پھر مل کر جدا ہونا، اور اپنے اپنے مقامات پر چلے جانا۔ احد پہاڑ کو حضور انور ﷺ کا تنبیہہ فرمانا کہ ہلنے سے رک جاؤ اور پہاڑ کا جھومنے سے رک جانا۔ ایسے واقعات صحیحہ ہیں جن سے بخوبی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حیات کے لئے روح کا پایا جانا ضروری نہیں۔ البتہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عادت (طریقۂ کار) یہ ہے کہ حالت عمومی روح ہی سبب حیات ہوتی ہے۔ روح نفس حیات نہیں۔ دیکھئے سوئے ہوئے آدمی کی روح نہ جانے کہاں کہاں سیر کر کے آجاتی ہے لیکن حیات پھر بھی موجود رہتی ہے تو اس لحاظ سے جسم سے روح کا نکل جانا موت نہیں۔ اور اوپر گزرا کہ موت کا معنی ابانة الروح عن الجسد (جسم سے روح کا خارج اور جدا ہونا) ہے اور اس معنی کے لحاظ سے موت تمام نوع بشر کو شامل ہے۔ سو سب کی روح ایک مرتبہ جسم سے ضرور جدا ہو گی، تو اس طرح ان دونوں باتوں میں بظاہر تعارض ہے لیکن ذرہ برابر غور سے یہ عقدہ بھی حل ہو جائے گا۔ حیات و موت دونوں کی دو قسمیں ہیں :

(۱) حیات و موت عادی : یعنی روح کا جسم کے اندر موجود یا معدوم ہونا کیونکہ روح سبب حیات ہے اور عادةً مسبب سبب پر ہی موقوف ہوتا ہے سو روح کی موجودگی حیات عادی کی موجودگی ہو گی اور روح کے نہ ہونے کی وجہ سے موت عادی واقع ہو جائے گی۔

(۲) حیات و موت حقیقی : یعنی جس میں ادراکات، حواس، مشاعر کا ختم ہو جانا حقیقی معنی میں موت ہے۔ کیونکہ یہ احساسات سبب ہیں حیات کا، تو جب یہ احساس ہی نہ رہا حیات حقیقی نہ رہی اور حیات حقیقی نہ ہونے کی وجہ سے موت حقیقی متحقق ہو گئی۔

مختصر یہ کہ ان آیات کے بموجب تمام ممکنات اور جملہ مخلوقات پر موت بمعنے خروج روح از جسم ضرور آئے گی سو یہ موت حقیقی نہیں بلکہ عادی ہے۔ پس حیات حقیقی میت میں موجود رہتی ہے اور بعدہ جسم میں روح کے دوبارہ آجانے کی وجہ سے حیات عادی بھی ثابت ہو گئی اور انبیاء کرام کی یہ حیات مستمراً[1] اور دائما ابدالآباد رہتی ہے۔ لیکن عوام کی حیات عادی میں انقطاع ممکن ہے۔ البتہ حیات حقیقی باقی رہے گی اور اسی حیات حقیقی سے میت کو ادراک و شعور اور احساسات نصیب ہوتا ہے۔ قبر میں تنعم[2] و تعذب کا احساس بھی اسی حیات کی وجہ سے ہے اور اگر حیات کا ہی انکار کر دیا جائے تو یہ عذاب و ثواب قبر کیسے ممکن ہو گا؟ ہمارے اس دعوے کی مزید تقویت و تائید امام زرقانی رحمہ اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے:

وقدثبت ان اجساد الانبیآء لا تبلی و عود الروح
الی الجسد ثابت فی الصحیح لسائر الموتی فضلا
عن الانبیآء.

یعنی یہ ثابت شدہ امر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کوئی گزند نہیں پہنچتا اور روح کا بدن کی طرف لوٹنا تو تمام مردوں کے لئے صحیح احادیث سے ثابت ہے چہ جائیکہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کی شان بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔

ان الفاظ کے ذکر سے ہمارا مقصد صرف اتنا عرض کرنا تھا کہ روح و حیات میں فرق ہے اور ان دونوں کا لزوم عقلی نہیں عادی ہے۔ یعنی عموماً ایسا ہوتا ہے کہ روح ہو گی تو حیات ہو گی لیکن کبھی کبھی بغیر روح کے بھی حیات پائی جاتی ہے۔ کیونکہ روح حیات کے لئے سبب ہے۔ اور اللہ کی عادت و سنت یہ ہے کہ اس

۱۔ مسلسل ہمیشہ کے لئے۔

۲۔ حصول نعمت اور عذاب

عالم میں اشیاء کو ان کے اسباب کے ذریعے قائم فرماتا ہے۔ لیکن وہ قیوم و قدیر بغیر سبب کے بھی مسببات کو قائم کر سکتا ہے۔ مثل خلق آدم و حوا و عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جب روح و حیات میں تلازم حقیقی نہیں تو جسم سے مجرد خروج روح موت حقیقی نہیں بلکہ موت عادی ہے جو حیات حقیقی کے منافی نہیں۔

جب یہ بات آپ کے سامنے واضح ہو گئی تو اب ذہن نشین کر لیجئے۔

عثمانی اینڈ کمپنی نے جتنی بھی آیات و احادیث اور اقوال صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ذکر کئے ہیں۔ ان سب میں موت سے یہی موت عادی مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ کے پیش نظر موت عادی ہر فرد بشر کو آئے گی کیونکہ اس موت کے بغیر عالم برزخ کے احکام و اوصاف متحقق نہیں ہوتے اس لحاظ سے یہ آیات ہمارے عقیدہ کے خلاف نہیں[1] کیونکہ ہم اس موت عادی و طاری کے وقوع کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ دیگر مخلوق کی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی یہ موت آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق ان کی ارواح واپس ان کی اجساد مطہرہ میں لوٹا دیں اور اسی طرح ان کو حیات حقیقی جسمانی بھی حاصل ہو گئی۔ اور غالباً انبیاء کرام اور عوام الناس کی موت میں اسی فرق کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے "انك ميت و انهم ميتون" میں حضور اکرم ﷺ کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ انك وانهم ميتون بھی کہا جا سکتا تھا کہ اس کا بھی

---

[1] بلکہ یہ آیات عثمانی صاحب کی "مبلغ علم" کی وضاحت کر رہی ہیں کہ جناب کو یہ تک پتہ نہیں چلا کہ ان آیات میں موت سے موت عادی مراد ہے حقیقی نہیں۔ ناظرین! دیکھئے شہید کو بھی موت آتی ہے آپ اسے مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی اور حیات کو نہایت تاکیدی انداز میں ذکر کیا ہے۔ یہاں تک فرمادیا کہ ان کو مردہ تصور بھی نہ کرو۔ سو واضح ہوا کہ یہاں حیات سے حیات حقیقی مراد ہے۔ اور موت سے مراد عادی و عارضی موت ہے۔ منہ غفرلہ ۱۲

یہی معنی بنتا ہے۔ لیکن آخر کوئی خاص فرق ہے۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے سرورانبیاء ﷺ کی موت کو علیحدہ ذکر فرمایا اور کفار مکہ کی موت کو علیحدہ۔ اگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عوام کی موت کا ایک ہی معنی و مفہوم[1] ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں تطویل بے جا سے لازماً اجتناب فرماتے ہوئے ایک ہی جملہ میں مجموعی طور پر ذکر فرمادیتا جس طرح کہ اس سے متصل آیت "ثم انکم یوم القیامة عند ربکم تختصمون" میں بربنائے اتحاد مضمون دونوں کو ایک ہی آیت میں جمع فرمادیا۔

ہاں تو میں عرض کررہا تھا کہ ہم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں موت عادی کے وقوع کے منکر نہیں بلکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو موت آئی لیکن اس موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح شریفہ کو ان کے اجساد مبارکہ میں لوٹا کر انہیں حیات حقیقی جسمانی مثل دنیوی سے نوازا۔ جیسا کہ صفحات سابقہ میں گذرا کہ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ ایک دفعہ موت آنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا نہیں فرمائی گئی اور یہ کہ موت کی وجہ سے ان کے ادراکات واحساسات اور شعور بالکل مفقود ہو کر رہ گئے ہیں اور ہم نے تو ان صفحات میں آیات مقدسہ اور احادیث طیبہ سے ثابت کردیا ہے کہ حیات حقیقی تو حاصل رہتی ہی ہے مزید برآں اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو ان کے اجساد کی طرف لوٹا کر حیات جسمانی مثل دنیوی عطا فرمادیتا ہے انہی آیات واحادیث کی روشنی میں علماء کرام رحمہم اللہ نے اپنی کتب میں اس عقیدہ کی تشریح کی ہے۔

---

[1] صد افسوس کہ عثمانی صاحب نے قرآن مجید کی آیت کے برعکس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عوام کی موت میں کوئی فرق نہ رکھا بلکہ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ عثمانی صاحب کا بیان کردہ معنی عوام الناس کے حق میں بھی درست نہیں۔

قال قرطبی نقلا عن بعض مشائخه الموت لیس بعدم محض بنسبة الانبیاء علیهم السلام و الشهدآء فانهم موجودون احیآء وان لم نرهم

(حاشیہ حیاۃ الانبیاء للبیہقی)

وقال الشیخ تقی الدین السبکی حیاة الانبیآء والشهدآء فی القبر کحیا تهم فی الدنیا ویشهد له صلوٰة موسیٰ علیه السلام فی قبره فان الصلوٰة تستدعی جسد احیا و کذالك الصفات المذکورة فی الانبیآء لیلة الاسرآء کلها صفات الاجسام

(انبیاء الاذکیاء ص ٦١)

حضرت قرطبی اپنے بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ انبیاء کرام اور شہداء عظام کے لحاظ سے موت محض معدوم ہونے کا نام نہیں، بے شک وہ زندہ موجود ہیں اگرچہ ہم ان کو نہیں دیکھ پاتے حضرت علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ انبیاء و شہداء کو قبر میں ویسی زندگی حاصل ہے جیسی دنیا میں تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز ادا کرنا اس پر شاہد ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو مقتضی ہے اور اسی طرح وہ صفات جو شب معراج انبیاء کرام کی بارے میں مذکور ہیں تمام کی تمام اجسام کی صفات ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کی تصنیف کتاب الاعتقاد کے حوالے سے فرماتے ہیں :

الانبیآء بعد ماقبضوا ردت الیھم ارواحھم فھم احیآء

عندربھم کالشھدآء. (انباء الاذکیاء ص ۵۱)

انبیاء کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کے اجسام کی طرف لوٹا دی گئیں سو وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اسی طرح شہداء بھی۔

علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ رأس المتصوفین ابن عربی کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں:

لانہ وسائر الانبیآء احیآء ردت الیھم ارواحھم بعد

ماقبضوا واذن لھم فی الخروج من قبور ھم والتصرف

فی الملکوت العلوی والسفلی. (فتاویٰ حدیثیہ)

یعنی (حضور اکرم ﷺ کی زیارت مع روح و جسم اصل نصیب ہونا ناممکنات میں سے نہیں) کیونکہ آپ اور دیگر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح مبارکہ قبض کرنے کے بعد دوبارہ انہی اجساد مطہرہ کی طرف لوٹا دی گئیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اذن عطا فرمارکھا ہے کہ اپنی قبور سے نکل کر ملکوت علوی و سفلی (عالم بالا و زیریں) میں تصرف کرتے رہیں۔

انباء الاذکیاء ص ۵۲ پر مذکور ہے:

موت الانبیآء انماھو راجع الی ان غیبوا عنابحیث لا

ندرکھم وان کانو موجودین احیآء

یعنی انبیاء کرام کی موت کا صرف اور صرف یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھ پاتے۔ یہی بات علامہ ابن قیم نے اپنی تصنیف کتاب الروح کے ص ۵۴ پر ذکر کی ہے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ ان تمام آیات، احادیث

اور ارشادات کا نہایت ہی عمدہ خلاصہ بیان فرماتے ہیں ؎

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
اس کی ازواج سے جائز ہے نکاح
اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا
جسم پر نور بھی روحانی ہے

ہمارے اس مجموعی بیان سے آپ پر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ ڈاکٹر عثمانی اینڈ کمپنی کی طرف سے پیش کردہ آیات طیبات اور ان کے عقیدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اب ذرا ان آیات طیبہ پر علیحٰدہ علیحٰدہ گفتگو عرض ہے۔

انك ميت وانهم ميتون ثم انكم يوم القيامة عندربكم تختصمون.

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کفار مکہ آپس میں ایک دوسرے کو یوں تسلیاں دیا کرتے تھے کہ یہ محمد (ﷺ) کا دین چند دن کی بات ہے۔ اور اولاد نرینہ بھی نہیں سو جب ان کو موت آجائے گی تو ہم ان کی اس تبلیغ سے محفوظ ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ تو ان کی اس ہرزہ سرائی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے حبیب! بے شک آپ کو بھی انتقال کرنا ہے اور وہ بھی مر جائیں گے پھر قیامت کے دن تم سب اپنے رب کے سامنے اپنا اپنا موقف پیش کرو گے۔ یوں تو نہیں کہ آپ کو تو موت آئے اور یہ بچ جائیں اور دندناتے پھریں کہ

یہی سمجھ کر خوش ہوتے پھرتے ہیں۔ اس آیت میں نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی موت کا وہی مطلب ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اور اسی بات کی وضاحت کے لئے حضور اکرم ﷺ کو علیحدہ خطاب فرمایا گیا اور کفار کی موت کا الگ سے ذکر ہوا اور کفار کے اسی نظریئے کی تردید کے لئے یہ آیت بھی نازل فرمائی :

وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افإن متّ فهم الخالدون كل نفس ذآئقة الموت

یعنی ہم نے آپ سے قبل بھی دنیا میں کسی بشر کے لئے دوام نہیں بنایا اگر آپ اس دنیا سے انتقال کر جائیں تو کیا وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ہر ذی روح نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں :

وما خلدنا احدا من بنی آدم یا محمد قبلك فی الدنیا فنخلدك فیها ۔ (تفسیر طبری ج ۱۶ ص ۲۴)

ومثله فی سائر التفاسیر الشریفة

معلوم ہوا کہ اس آیت کا مدلول صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ و تشریعیہ کے مطابق اس دنیا میں کسی کو دائما خالدا ابداً نہیں رہنا بلکہ یہ دنیا چھوڑ کر دار آخرت کو اختیار کرنا ہے۔ یہ کسی بھی لفظ سے مترشح نہیں کہ موت فناء محض اور کلیۃً نیست و نابود ہو جانے کا نام ہے اور یہ کہ میت کو کوئی ادراک و شعور حاصل نہیں۔ عثمانی صاحب نے سورہ النحل کی آیت :

والذين يدعون من دون الله لايخلقون شيئا وهم يخلقون اموات غير احيآء وما يشعرون ايان يبعثون

اپنے مختلف کتابچوں میں اپنے عقیدہ مذمومہ کے اثبات کے لئے ذکر کی ہے۔ موصوف نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اور اس پر جو حاشیہ چڑھائی کی ہے وہ ایک دفعہ پھر پڑھ لیں اور بعد میں اس آیت کے بارے میں جملہ مفسرین کرام کے ارشادات ملاحظہ فرمالیجیئے گا۔ عثمانی صاحب لکھتے ہیں :

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا و ھم یخلقون اموات غیر احیآء ومایشعرون ایان یبعثون

(سورۃ النحل آیۃ ۲۰۔۲۱).

ترجمہ : اور اللہ کے علاوہ وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی) کے لئے پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق تک باقی نہیں ہے انہیں اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔(النحل آیت ۲۰۔۲۱)

اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں، نہ انبیاء کا اور نہ اولیاء کا۔ اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق تک باقی نہیں رہتی پھر حیات، سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا۔ کتنے انبیاء ایسے ہیں جن کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارا گیا ہے اگر انبیاء کی کوئی خصوصیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بیان کر دیتا اور اس طرح عام اعلان نہ کرتا کہ کسی مرنے والے میں بھی جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی۔

ناظرین کرام! ڈھٹائی کی حد ہو گئی کہ تمام مفسرین کرام اور علماء امت

اس آیت [1] کو بتوں کے بارے میں واضح کریں (اس سے ما قبل آیات میں بھی بتوں کا تذکرہ ہوتا چلا آرہا ہے سو اسلوب قرآنی کے لحاظ سے بھی یہ آیت بتوں ہی کے بارے میں ہے) اور عثمانی صاحب قرآنی سیاق و سباق اور جملہ علماء امت کے اقوال کو بالائے طاق رکھ کر اس آیت کو اللہ کے برگزیدہ رسولوں، نبیوں اور اولیاء کرام پر چسپاں کریں۔ ملاحظہ فرمائیں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے تفسیری اقوال۔

اس بات کی طرف بھی توجہ رکھئے کہ میں نے اپنی اس تحریر میں جملہ حضرات علماء کرام علیہم الرحمۃ کے سنین وفات ذکر کر دیئے ہیں۔ تاکہ آپ یہ جان سکیں کہ یہ عقیدہ کوئی نیا عقیدہ نہیں بلکہ ابتداء سے ہی امت مسلمہ کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ نیا عقیدہ تو ان بدعتیوں کا ہے جس کی نظیر بارھویں صدی کے وسط سے قبل نہیں ملتی۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ متوفی ۳۱۰ھ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يقول تعالىٰ ذكرهٗ: واوثانكم الذين تدعون من دون الله ايها الناس آلهة لاتخلق شيئاً وهي تخلق فكيف يكون الهاما كان مصنوعا مدبرا لا تملك لأنفسها نفعاولاضراأموات غيراحيآء ومايشعرون ايان يبعثون(٢١) يقول تعالىٰ ذكره لهؤلآء المشركين من قريش والذين تدعون من دون الله ايها الناس

[1] بتوں کے بارے میں وارد آیات کو محبوبان بارگاہ الوہیت پر چسپاں کرنا خوارج کا طریقہ اور بڑا گناہ ہے اپنی عقل ہی سے سوچئے کہ حق کو باطل کے مساوی کہنے سے زیادہ بڑھ کر بھی کوئی ظلم ہوگا۔

(اموات غیر احیآء) وجعلها جل ثناء ہ امواتا غیر احیاء اذاکانت لاارواح فیها کما حدثنا بشرقال حدثنا یزید، قال سعید عن قتادہ قولہ (اموات غیراحیآء ومایشعرون ایان یبعثون) وهی هذه الاوثان التی تعبد من دون الله اموات لا ارواح فیها ولا تملك لا هلها ضراولانفعا...... وقوله (امایشعرون) یقول وما تدری اصنامکم التی تدعون من دون الله متی تبعث وقیل انما عنی بذلك الکفار انهم لا یدرون متی یبعثون (تفسیر طبری ج ١٤ ص ٩٣،٩٤)

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ یہ فرمارہے ہیں کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ کے علاوہ تم جن اور بتوں کو اپنا الٰہ کہہ کر پکارتے ہو وہ کسی شے کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں سو وہ تمہارے اپنے تراشیدہ بت جو اپنی ذات کے نفع و نقصان کے مالک نہیں، الٰہ کیسے ہو سکتے ہیں اور اے مشرکین قریش مکہ تمہارے یہ معبود ان باطلہ اموات ہیں احیاء نہیں یعنی وہ جمادات ہیں اور ان کے اندر روح نام کی کوئی شیء نہیں۔ امام طبری فرماتے ہیں کہ مجھے میرے استاد بشر نے ان کو ان کے استاد یزید نے بتایا اور انہیں ان کے استاد سعید نے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے آیت اموات غیر احیآء ومایشعرون ایان یبعثون (یہ مردہ ہیں زندہ نہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے) کی تفسیر یہ

بتائی کہ یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے کیونکہ وہ مردہ ہیں نہ تو ان میں ارواح ہیں۔ اور نہ ہی وہ اپنے پرستاروں کو ضرور نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد وما یشعرون (اور انہیں شعور نہیں) سے مراد یہ ہے کہ اے کفار تمہارے یہ بت جنہیں اللہ کے مقابلہ میں تم پکارتے ہو انہیں یہ شعور تک نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سے مراد کفار بذات خود ہیں کہ انہیں اپنے اٹھائے جانے کا علم نہیں۔

درس نظامی کی مشہور تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل میں امام بیضاوی رحمہا اللہ متوفی ۶۸۵ھ فرماتے ہیں:

(والذين تدعون من دون الله) اى والالهة الذين تعبدونهم من دونه وقرأ ابوبكر يدعون بالياء وقرء حفص ثلاثها بالياء (لايخلقون شيئا) لما نفى المشاركة بين من يخلق ومن لا يخلق انهم لا يخلقون شيئا لينتج انهم لايشاركونه ثم اكدذالك بان اثبت لهم صفات تنافي الالوهية فقال (وهم يخلقون) لا نهم ذوات ممكنة مفتقرة الوجود الى التخليق والأله ينبغي واجب الوجود (اموات) هم اموات لا تعتريهم الحياة اواموات حالااومآلا (غير احيآء) بالذات ليتنا ول كل معبود والاله ان يكون

حیابالذات لا یعتدیہ الممات (وما یشعرون ایان یبعثون) ولا یعلمون وقت بعثھم عبدتھم فکیف یکون لھم وقت جزاء علی عبادتھم[1]

(والذین تدعون من دون اللہ) اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ تدعون یہاں تعبدون کے معنی میں ہے سو آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ معبود ان باطلہ جن کی تم اللہ تعالٰی کے علاوہ عبادت کرتے ہو وہ کسی چیز کے خالق نہیں اور اس کی تاکید کے لئے پھر ایسی صفات ذکر کیں جو الوہیت کے منافی ہیں سو فرمایاوھم یخلقون کہ یہ بت خود مخلوق ہیں اور گھڑے گئے ہیں سو وہ خالق اور معبود نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ایسی اشیاء ہیں جو بذات خود ممکن ہیں اور اپنے وجود کے لئے کسی کی تخلیق کی محتاج ہیں جبکہ معبود تو وہ ہوتا ہے جو بذات خود واجب الوجود ہو۔ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے تراشیدہ بت تو اموات ہیں جن کو زندگی کبھی نصیب ہی نہ ہوگی۔ جمادات ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کب وہ اٹھیں گے اور نہ ہی انہیں یہ معلوم کہ ان کے یہ پجاری کب قبروں سے اٹھیں گے کہ پھر ان کو ان کی عبادت کی کوئی جزا اور بدلہ دیں۔

امام جلیل ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ متوفی ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

(لَایخلقون شیئا) ای لا یقدرون علیٰ شیء (وھم یخلقون اموات غیر حیاء) ای ھم اموات یعنی

---

[1] (تفسیر البیضاوی ص ۱۷۸)

الاصنام لاارواح فیھا ولا تسمع ولاتبصر ای ھی جمادات فکیف تعبدونھا وانتم افضل منھا بالحیاۃ۔

(ومایشعرون) یعنی الاصنام (ایان یبعثون) (الجامع لاحکام القرآن لابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجزء العاشر سورۃ النحل ص ۹۴)

(لایخلقون شیئا) یعنی وہ کوئی چیز بنانے پر قدرت نہیں رکھتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں مردے بے جان یعنی وہ مردے ہیں اس سے مراد بت ہیں جن میں روح نہیں ہے نہ تو سنتے ہیں اور نہ ہی دیکھتے ہیں یعنی وہ جمادات ہیں تو پھر تم ان کی کیونکر پوجا کرتے ہو حالانکہ تم ان سے حیات کی وجہ سے افضل ہو اور وہ یعنی بت یہ تک شعور نہیں رکھتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔

امام علاؤالدین علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ متوفی ۷۲۵ھ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

(والذین تدعون من دون اللہ) یعنی الاصنام التی تدعونھا الھۃ من دون اللہ (لایخلقون شیئا وھم یخلقون)...... (اموات) ای جمادات میتۃ لا حیاۃ فیھا (غیرا حیاء) یعنی کغیر ھا...... (ومایشعر ون) یعنی ھذہ الاصنام (ایان یبعثون) یعنی متی یبعثون.

(تفسیر الخازن ج ۳ ص ۱۱۱)

امام اسمٰعیل بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ اس آیت کی یوں تفسیر

فرماتے ہیں :

ثم اخبر ان الاصنام التی یدعونها من دون الله لا یخلقون شیئا وهم یخلقون کما قال الخلیل (اتعبدون ما تنحتون؟ والله خلقکم وما تعلمون) وقوله (اموات غیرا حیآء) ای هی جمادات لا ارواح فیها فلاتسمع ولا تبصر ولا تعقل (ومایشعرون ایان یبعثون) ای لا یدرون متی تکون الساعة فکیف یرتجی عند هذه نفع اوثواب اوجزاء انما یرجی ذلک من الذی یعلم کل شیء وهو خالق کل شیء

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۶۴)

حضرت العلامہ الشیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ تحریر فرماتے ہیں :-

(والذین یدعون) ای والآلهة الذین یعبدهم الکفار والدعا بمعنی العبادة فی القرآن کثیر

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۳)

مفسر کبیر فاضل شہیر علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ رقم فرماتے ہیں

(والذین یدعون) شروع فی تحقیق ان الهتهم بمعزل عن استحقاق العبادة و توضیحه بحیث لا یبقی فیه شائبة ریب بتعداداحوالها المنافیة لذلک منافاةً ظاهرة وکانها انما شرحت مع ظهور ها للتنبیه علی کمال حماقة المشرکین وانهم لا یعرفون ذلک الا

بالتصريح ای والا لهة الذين تعبدونهم ايها الكفار
(من دون الله) سبحانه (لايخلقون شيئا) من الا شياء
اصلا ای ليس من شانهم ذلك ...... وجوزان من
اولئك المعبودين الملٰئكة عليهم الصلوٰة والسلام
وكان اناس من المخاطبين يعبدونهم لا يرد عليها
الموت وجوزفي قرأة (والذين يدعون) بالياء آخر
الحروف ان يكون الاموات هم الداعين واخبرعنهم
بذلك تشبيها لهم بالاموات لكونهم ضلالاغير
مهتدين، ولا يخفي مافيه من البعد (ممايشعرون ايان
يبعثون) الضمير الاول للالهة و الثاني نعبرتها .

(تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۱۲۰ جزء ۱۴)

ان جلیل القدر اور مستند ائمہ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ان فرمودات سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :

(۱) ان آیات کے مخاطب مشرکین مکہ ہیں۔

(۲) تدعون سے مراد پکارنا نہیں بلکہ عبادت کرنا ہے۔

(۳) من دون اللہ کے مصداق اللہ کے انبیاء کرام، رسل عظام یا اولیاء ذوی الاحترام نہیں بلکہ وہ بت ہیں جنہیں وہ مشرکین اپنے ہاتھوں سے تراشا کرتے تھے۔

(۴) اموات سے مراد یہ ہے کہ ان بتوں میں روح نہیں اور غیر احیاء نے اسی کی تاکید بیان کی کہ اس دنیا میں دیگر زندہ مخلوقات کی طرح ان میں روح آ ہی نہیں سکتی۔

(۵) اور مبعوث ہونے کا عدم شعور بھی ان بتوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس آیت میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء و صلحاء کے ادراک و شعور کی نفی نہیں ہے۔

ان آیات کا مصداق ملائکہ (جن کو اس زمانے میں بعض لوگ پوجتے تھے) بطریق ضعیف بنتے ہیں۔ لیکن یہ جمہور مفسرین اور اسلوب قرآنی کے خلاف ہے۔ ان آیات کے بارے میں تیسری صدی ہجری سے لے کر بارھویں صدی تک کے علماء کرام اور مفسرین عظام کے متفقہ اقوال ملاحظہ فرمانے کے بعد ایک دفعہ پھر عثمانی صاحب کا بیان کردہ معنی پڑھیں اور تفاوت راہ ملاحظہ فرمائیں ساری امت اور ائمہ و مفسرین ایک طرف اور یہ حضرت ایک طرف۔ غور کیجئے کہ کیا اس ذات شریف کے بیان کردہ ترجمہ کا کوئی ایک لفظ بھی ان مفسرین کے فرمودات کے ساتھ کوئی مناسبت رکھتا ہے۔ بس ایک اپنا ہی نظریہ ہے جسے ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات میں معنوی تحریف کی جا رہی ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی یہ شان بھی بیان فرمائی ہے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا اس قرآن کریم میں معنوی تحریف کا ارتکاب کر کے کئی گمراہ ہوتے ہیں اور کثیر تعداد اس سے ہدایت بھی حاصل کرتی ہے۔

عثمانی صاحب کی قرآن مجید میں تحریف معنوی اور خود غرضانہ تشریح کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمایئے موصوف نے سورۃ مؤمنون کی ۱۰۰ ویں آیت میں سے صرف چند الفاظ منتخب کر کے ان کا ایسا معنی بیان کیا ہے جو نہ دیکھا نہ سنا۔ ملاحظہ ہو:

ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون ۝

اب ان سب مرنے والوں کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے

دوسری زندگی کے دن تک۔

ناظرین کرام! فیصلہ کرنے کی گھڑی آن پہنچی ۔ عثمانی صاحب کی کتروبیونت ملاحظہ کرنے کے بعد پوری آیت اور ترجمہ ملاحظہ فرما کر جان لیجئے کہ جو شخص اپنی ذاتی اور نفسانی خواہشات کی خاطر قرآن مجید میں خیانت کرنے سے نہیں چوکتا۔ اس کے باقی اقوال اور تحریریں کہاں تک مبنی بر صداقت ہوں گی۔ خیر ملاحظہ فرمایئے اور فیصلہ کیجئے :

حتی اذا جآء احدھم الموت قال رب ارجعون ٥ لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلاانھا کلمة ھوقائلھا ومن ورآئھم برزخ الی یوم یبعثون ٥ (مومنون۔۹۹،۱۰۰)

یہاں تک کہ جب آئے گی ان میں سے کسی کو موت تو وہ (بصد حسرت) کہے گا میرے مالک مجھے دنیا میں واپس بھیج دے شاید میں اچھے کام کروں اس دنیا میں جسے میں ایک بار چھوڑ آیا ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا یہ ایک (لغو) بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک آڑ ہے۔ اس دن تک جب وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔

تمام مفسرین کرام نے یہی معنی[1] بیان فرمایا ہے بغرض اختصار صرف دو مستند و متداول تفسیروں کے اقتباس ملاحظہ ہوں۔

(برزخ) حائل بینھم وبین الرجوع الی الدنیا (الی یوم یبعثون) لم یردانھم یرجعون یوم البعث (تفسیر نسفی متوفی ۷۱۰ھ)

---

[1] آپ بذات خود کوئی بھی مترجم قرآن مجید لے کر دیکھ لیں کوئی سا بھی ترجمہ و تفسیر ہو انشاء اللہ اس میں یہی معنی و مفہوم ہو گا جو ہم نے پیش کیا۔ منہ غفرلہ

برزخ کا معنی ہے حائل، رکاوٹ جو ان کے اور دنیا کی طرف دوبارہ لوٹنے کی ان کی خواہش کے درمیان ہو گی۔ الی یوم یبعثون کا یہ مطلب نہیں کہ اٹھائے جانے کے دن ان کو واپس دنیا میں بھیج دیا جائے گا۔

(من ورآئهم برزخ) ای من امامهم ومن بین ایدیهم حاجز (الی یوم یبعثون) معناه ان بینهم وبین الرجعة حجابا ومانعًا عن الرجوع وهو الموت ولیس المعنی انهم یرجعون یوم البعث وانما هواقناط کلی لما علم انه لا رجعة یوم البعث الاالی الآخرة

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۱۱)

(من ورآئهم برزخ) کا مطلب ہے کہ ان کے سامنے اور آگے ایک رکاوٹ ہے جو ان کے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک رہے گی پوری آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے اور دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے کے درمیان ایک حجاب اور مانع یعنی موت موجود ہے (موت آجانے کی وجہ سے اب دنیا میں ان کا عرصہ قیام ختم ہو چکا ہے سو ان کا دوبارہ دنیا کی طرف لوٹایا جانا ناممکن ہے) اس آیت سے یہ مراد نہ لیا جائے کہ وہ یوم نشر و حشر دنیا کی طرف واپس کر دیئے جائیں گے بلکہ (قیامت تک کہہ کر) ان کو بالکل مایوس اور ناامید کرنے کے لئے انہیں بتا دیا کہ یوم نشور بھی رجوع آخرت کی طرف ہی ہو گا دنیا کی طرف نہیں۔ پوری آیت مع ترجمہ و تفسیر آپ نے ملاحظہ فرما کر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جب کفار موت کے فرشتوں کو دیکھیں گے اور ان کو اپنی عاقبت اور انجام نظر آئے گا تو کہیں گے کہ یا اللہ ہمیں موت پسند نہیں بلکہ ہمیں دنیا میں کچھ عرصہ اور رہنے کا موقع دیا جائے ہم اب کبھی بھی برے اعمال کا ارتکاب اور غلط نظریات کا پرچار نہ کریں گے لیکن ارشاد ہو

گا کہ یہ حسرت اب تیرے دل میں ہی رہے گی اور پھر قیامت کے دن تک دنیا کی طرف لوٹائے جانے کے درمیان اور اس مردے کے درمیان ایک رکاوٹ پیدا ہو جائے گی اور قیامت کے دن تو دنیا کی طرف بھیجے جانے کی بجائے آخرت ہی کی طرف دھکیلا جائے گا۔

اس آیت کے کون سے لفظ میں حیات النبی ﷺ کا انکار اور ان کی وفات و موت کا وہ اقرار پوشیدہ ہے جس پر عثمانی صاحب بضد ہیں اور ستم ظریفی کی بھی انتہاء نہ رہی کہ کفار کے بارے میں وارد آیت کو انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً سرور انبیاء ﷺ پر منطبق کر دیا و نعوذ باللہ تعالیٰ منه الف الف مرات.

عثمانی اور اس کے ہم مشربوں کے بارے میں اپنے دل میں کوئی فیصلہ اسی صورتحال کو جان کر ثابت کر لیجئے کہ وہ آیات جو باتفاق مفسرین بتوں اور کافروں کے بارے میں ہیں ان کو یہ لوگ سید الکونین رحمۃ للعالمین باعث تخلیق کائنات علیہ التحیات والتسلیمات پر وارد کر کے کون سا مخفی مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اور ایسے لوگوں کے بارے میں ہمارا کیا عقیدہ اور طرز عمل ہونا چاہئے۔

عثمانی صاحب اور ان کے ہمنوا اپنے دعویٰ کی تائید میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا وہ خطبہ بھی ذکر کرتے ہیں جو آپ نے بوقت وصال نبی ﷺ ارشاد فرمایا اور پھر اس پر بعینہ اسی طرح حاشیہ چڑھائی کی ہے جس طرح کہ مسطورہ بالا آیات طیبہ میں۔

کتب حدیث و سیر میں یہ خطبہ بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے:

فجاء ابو بکرؓ فکشف عن رسول اللہ ﷺ فقبله فقال بابی انت وامی طبت حیاو میتا والذی نفسی بیده لایذیقك الله الموتتین (بخاری ص ۵۱۷) اور ص

۱۴۴، ۴۰ پر ان الفاظ کا اضافہ ہے واما الموتة التی کتبت علیك فقدمتها۔

یعنی حضرت ابوبکرؓ حاضر ہوئے چہرۂ اقدس سے پردہ ہٹایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی زندگی اور موت دونوں نہایت اچھی تھیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کا مزہ نہیں چکھائے گا ایک موت جو آپ کے لئے لکھی گئی تھی وہ آچکی۔

یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وہ ارشادات جن سے عثمانی برادران نے یہ ثابت کیا ہے کہ "آپ (ﷺ) قبر میں زندہ کئے جائیں اور قیامت کے دن پھر موت آئے یہ اب نہ ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ نبی ﷺ اس دنیا میں پھر زندہ ہو جائیں گے اس کا مکمل رد ہو گیا"

ناظرین کرام ان لوگوں نے نتیجہ جو قلم گھسائی کی ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خطبہ میں اس کا شائبہ تک نہیں بلکہ الٹا عثمانی صاحب کے منفرد مسلک کی تکذیب اور ہمارے مذہب مہذب کی تائید و تصدیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد لا یذیقك اللہ الموتتین میں موجود ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ پر یہ بات واضح کی اے عمر تمہارا یہ کہنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موت نہیں آئی یہ درست نہیں۔ موت کوئی ایسی چیز تو نہیں جو کہ آپ کی شان نبوت کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ و تشریعیہ کے پیش نظر آپ کو موت آچکی ہے اور موت کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نزدیک وہی معنی ہے جو سابق صفحات میں گزرا اور یہ کہ اس موت عارضی و عادی کے بعد حضور اکرم ﷺ کو حیات حقیقی و

جسمانی عطا فرمادی گئی ہے۔ اگر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عقیدہ یہ نہ ہوتا تو پھر آپ کے اسی عمل اور وصیت کو جو گذشتہ صفحات نمبر ۴۵ تا ۸۷ پر تفصیل سے گذرے کیا نام دیں گے ؟ کیا آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ذات کے بارے یہ تصور کر سکتے ہیں کہ ان کا ساری زندگی کا عمل، طریق کار اور وقت انتقال کی وصیت آپ کے عقیدے کے خلاف تھی۔ اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نبی معظم ﷺ کی موت کے بارے میں وہی نظریہ تھا جو ساری امت کا عقیدہ ہے۔ نیز حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں یہ رائے رکھنا کہ آپ کا عقیدہ حیات النبی ﷺ تھا، اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ آپ نے اسی خطبہ میں فرمایا اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ ایک موت جو آپ کے لئے لکھی ہوئی تھی وہ آچکی اس ارشاد صدیقیؓ کی وضاحت علماء اسلام رحمہم اللہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

محدث جلیل حضرت الشیخ احمد بن علی المعروف بابن حجر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں :

فاخبر انه اکرم علی الله من ان یجمع علیه موتتین
کما جمعهما علی غیره کالذین خرجوا من دیارهم
وهم الوف وکالذی مر علی قریة

(فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ج ۶ ص ۱۱۴، ۴۰۷)

علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے یہی مفہوم بیان کرتے ہوئے مزید اضافہ کیا ہے :

اولانه یحیافی قبره ثم لا یموت ۔

(ارشاد الساری شرح بخاری ج ۲ ص ۳۷۶)

اور حافظ الملت محدث عظیم حضرت الشیخ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں :

وقال الداؤدی ای لایموت فی قبرہ موتۃ اخریٰ

(عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۸ ص ۷۲)

ان مسلم و مستند اور جلیل القدر محدثین کے ان ارشادات سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ جملہ ارشاد فرما کر حقیقت میں یہ خبر دی کہ آپ ﷺ کا مرتبہ و مقام اللہ کے ہاں کہیں بلند ہے اس بات سے کہ وہ آپ پر دو موتوں کو جمع کرے جس طرح کہ بعض دیگر پر دو موتیں آئیں مثلاً علاقہ واسط کے وہ ہزاروں مکیں جو طاعون کی وجہ سے اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن بحکم الٰہی ان کو موت آگئی اور وہ سارے بغیر دفن کے یوں ہی پڑے رہے اتفاقاً حضرت حزقیل علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو زندہ فرمادیا تھا۔ اس کے بعد کافی عرصہ زندہ رہنے کے بعد ان کو دوبارہ موت آئی یا وہ ذات مقدس جس کا ایک ویران بستی سے گذر ہوا تو انہوں نے دل میں سوچا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی موت دے دی اور بعد ازاں زندہ کیا (اس طرح ان پر دو موتوں کا اجتماع ہو گیا) یا اس ارشاد صدیقی کا یہ مطلب ہے کہ اس موت کے بعد قبر میں آپ ﷺ زندہ کئے جائیں گے تو بعد ازیں موت نہیں آئے گی ۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

عثمانی صاحب اس خطبہ صدیقی کے آخر میں نتیجہ کے طور پر لکھتے ہیں :

اسی طرح حدیث کی کتابوں میں بے حساب صحابہؓ اور صحابیاتؓ سے نبی کی موت کی تصدیق ان الفاظ میں موجود ہے :۔ مات . قبض خرج من الدنیا وغیرہ مگر کسی کتاب میں کسی صحابیؓ سے موت کے بعد زندہ ہونا منقول نہیں ہے

اور نہ کسی محدث نے وفات نبی ﷺ کے بات کے بعد حیات النبیؐ بعد وفاتہ (نبی کی وفات کے بعد ان کی زندگی) کاباب ہی مقرر کیا ہے۔

ڈاکٹر عثمانی کی اس تحریر کا ابتدائی حصہ ہمارے مذہب کی تنکیر کی بجائے تصدیق کر رہا ہے اور ہمیں بتا رہا ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی حیات بعد الممات بہت سے صحابہ و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ ہے کیونکہ موت کی تشریح اور اس کا لغت عربیہ میں معنیٰ و مفہوم پہلے ذکر ہو چکا ہے قبض کا بھی یہی مطلب ہے کہ آپ کی روح ایک مرتبہ قبض کی گئی اور خرج من الدنیا کے الفاظ نے بتا دیا کہ مات اور قبض کا دوسرا مفہوم یہی سمجھو کہ خرج من الدنیا وہ اس دنیا سے نکل کر دوسری دنیا میں جا چکے ہیں[1] نہ کہ فنا ہو گئے ہیں یا مر کر حواس و مشاعر کھو بیٹھے ہیں۔ عثمانی صاحب کے اسی قول..... "کسی صحابی سے موت کے بعد زندہ ہونا منقول نہیں" کا بطلان گذشتہ صفحات میں "صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ" کے ضمن میں گزر چکا ہے بلکہ موت کے بعد زندگی اور حیات کا ملنا قرآن مجید کی آیات واردہ دربارۂ شہداء سے ثابت ہے نیز حضور پر نور ﷺ کا ارشاد:

فنبی اللہ حی یرزق

(موت کے بعد بھی اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے)

سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح اور بعض دیگر کتب حدیث کے حوالے سے گذر چکا ہے سو ڈاکٹر عثمانی صاحب کا یہ قول خانہ ساز اور بالکل باطل ہے۔ جس طرح کہ ان کا یہ دعویٰ "اور نہ کسی محدث نے وفات نبی ﷺ کے باب کیبعد حیات النبی بعد وفاتہ (نبی کی وفات کے بعد کی زندگی) کاباب ہی مقرر کیا گیا ہے"

---

[1] تمام کتب حدیث میں یہ ارشادات نبوی موجود ہیں اور اسی طرح کتب فقہ میں بھی۔

حقیقت سے کوسوں دور ہے کیونکہ وفات النبی ﷺ کے الفاظ سے ان کے دل میں یہ شائبہ تک بھی نہ ابھرا ہوگا کہ بعد میں ایک ایسی قوم آئے گی جو وفات اور موت و قبض کا مطلب فناء محض مر کر مٹی میں مل جانا اور اس طرح اپنے حواس اور ادراک و شعور سے محرومی بیان کرے گی اسی لئے انہوں نے اس باب کے فورا بعد حیات النبی ﷺ کا باب اور عنوان قائم نہ کیا۔ نیز ان کا یہ خیال ہوگا کہ جب ہم اس سے قبل کئی ابواب میں واضح کر آئے ہیں کہ اہل قبور کو بصیغہ خطاب السلام علیکم یا اھل القبور کہنا چاہئے اور وہ اہل قبور اپنے اعزہ واقارب کو پہچانتے ہیں، ان کے سلام کو سنتے ہیں، اپنے اعزہ کی طرف سے دیئے جانے والے ہدایا سے خوش ہوتے ہیں تو ان باتوں سے ایک معمولی سمجھ والا آدمی بھی سمجھ جائے گا کہ میت کو ادراک و شعور ہوتا ہے۔ اور ادراک و شعور خاصیت حیات ہے سو ایسا عنوان اور باب قائم کرنے کی ضرورت نہیں، سو محدثین کرام نے اپنی کتب حدیث میں تو کوئی ایسا باب نہ ذکر کیا البتہ اس موضوع پر علیحدہ اور مستقل تصانیف بھی فرمائیں۔ مثلاً امام حافظ ابوبکر بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، امام تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ اور حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی حیات الانبیاء[1] کے عنوان پر مستقل کتابیں مشہور و متداول ہیں۔ پھر نہ جانے ڈاکٹر صاحب نے کیسے لکھ مارا کہ کسی محدث نے یہ باب ہی نہیں لکھا۔

نبی کریم ﷺ کا مقام و مرتبہ تو نہایت بلند و بالا ہے۔ امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے تو عام اموات کے سمع پر باب قائم کیا ہے اور صفحات گذشتہ میں

---

[1] اور اب ڈاکٹر موصوف کہہ دیں گے کہ ہم ان جلیل القدر ائمہ کو نہیں مانتے آخر جس شخص کے فتوی! کفر و شرک سے استاذ المحدثین امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسی بلند مرتبہ اور فتنہ اعتزال کے عروج میں تعلیمات اسلامی کو محفوظ رکھنے والی شخصیت نہ بچ سکی والعیاذ باللہ وہ اور کسی کو کیا سمجھتا ہوگا۔

ہم واضح کر چکے ہیں کہ سماع وادراک حیات کو مستلزم ہے امام بخاری یوں عنوان اور باب تحریر فرماتے ہیں:

باب الميت يسمع خفق النعال

مردہ (دفن کر کے واپس جانے والوں کی) جوتیوں کی چاپ سنتا ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ خادم رسول حضرت انس سے حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا مقدس ارشاد ذکر کیا ہے:

العبداذا وضع في قبره وتولي وذهب اصحابه حتى انه ليسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فاقعداهٗ فيقولان له ماكنت تقول في هذا الرجل محمد ﷺ فيقول اشهدانه عبدالله ورسوله فيقال انظر الىٰ مقعدك من النار ابدلك الله به مقعدا من الجنة قال النبي ﷺ فيراهما جميعا واما الكافر اوالمنافق فيقول لا ادرى كنت اقول مايقول الناس فيقال لادريت ولاتليت ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه الاالثقلين.

(بخاری ج ا ص ۱۷۸)

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں متعدد مقامات پر مختلف اسناد سے روایت کی ہے۔ نیز یہ حدیث دیگر کتب میں بھی موجود ہے اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی بندے کو اس کی

قبر میں رکھا جاتا ہے[1] اور اس کے ساتھی منہ پھیر کر جانے لگتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز بلاشک وشبہ سنتا ہے تب اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آتے ہیں اور آکر اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو تیرے سامنے موجود ہیں ان کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا (کیا عقیدہ رکھتا تھا) مردہ فوراً جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے اور اس کے محبوب رسول ہیں۔ چنانچہ اسے کہا جاتا ہے کہ جہنم میں اپنا (سابق) ٹھکانا بھی دیکھ لو (لیکن نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے) اللہ نے اس کے بدلہ تمہیں جنت میں مقام عطا فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص (اپنی قبر سے ہی) دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لیتا ہے (کیونکہ عالم برزخ میں حجاب نام کی کوئی شے نہیں) اور کافر یا منافق (حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کے بارے میں سوال کے جواب میں) کہتا ہے۔ مجھے کچھ علم نہیں دنیا میں جو کچھ لوگ کہتے تھے میں بھی کہا کرتا تھا چنانچہ اسے جواباً کہا جاتا ہے۔ نہ تم نے جانا اور نہ ہی اتباع کی (سو اس کا مزہ چکھو) پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان والی جگہ پر لوہے کے ایک بہت بھاری ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے۔ تو وہ (اس ضرب کی شدت سے) چیختا ہے۔ اور اس کی چیخ وپکار وبلبلاہٹ کو انسانوں اور جنوں کے علاوہ اس کے قریب عالم مخلوق کی ہر شے سنتی ہے۔

امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کا یوں باب باندھنا اور پھر اس حدیث کو مختلف اسناد سے متعدد مقامات پر ذکر کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ امام بخاری کا عقیدہ تھا کہ :

---

[1] آپ کا مشاہدہ ہے کہ مردوں کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور اسی قبر کی بات ہو رہی ہے کسی برزخی قبر کا یہاں شائبہ تک نہیں۔ جیسا کہ عثمانی صاحب کا خیال ہے۔

(۱) موت کا معنی گل سڑ کر حواس کھو بیٹھنا نہیں۔

(۲) جب میت کو دفنا کر اعزہ واقارب لوٹتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آواز سنتا ہے۔

(۳) اس کے بعد دو فرشتے آتے ہیں اور میت کو آکر بٹھاتے ہیں۔ اس سے سوال کرتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔

(۴) میت اپنی قبر میں ہوتے ہوئے بھی جنت و جہنم کو باوجود اس قدر دور ہونے کے دیکھتا ہے۔

(۵) کافر کو لوہے کے ہتھوڑے، مارے جاتے ہیں اور وہ چیختا ہے۔

(۶) اور یہ سارے امور اسی قبر میں ہوتے ہیں جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے۔ کائنات کے کسی اور گوشے میں غیر مرئی قبر کی بات نہیں۔

آیئے انہی امام بخاری علیہ رحمۃ الباری (جن کی اتباع کے دعویٰ کی عثمانی صاحب نے بھر مار کر رکھی ہے) کا ایک اور عنوان اور باب ملاحظہ فرمایئے اور فیصلہ کیجئے کہ عثمانی صاحب کا دعویٰ متابعت امام بخاری محض دجل و فریب ہے اور کچھ نہیں۔

باب قول الميت وهو على الجنازة قدموني .

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۷۶)

یعنی صالح میت کا چارپائی پر بولنا مجھے آگے لے چلو۔

اور ص ۱۸۴ پر یوں باب قائم فرمایا:

باب كلام الميت على الجنازة.

یعنی میت کا چارپائی پر ہوتے ہوئے بولنا۔

ان دونوں بابوں کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو شیوخ قتیبہ اور عبداللہ بن یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی سندوں سے مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے :

قال رسول اللہ ﷺ اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال علی اعناقھم فان کانت صالحة قالت قدمونی قدمونی وان کانت غیر صالحة قالت یاویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شیء الا الانسان ولو سمعھا الانسان لصعق۔

یعنی جب میت کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے لوگ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ میت صالح اور نیک ہو تو کہتی ہے کہ مجھے جلدی لے چلو مجھے جلدی لے چلو اگر وہ میت غیر صالح اور بدکردار ہو تو دہائی دیتی ہے ہائے بربادی و تباہی مجھے کہاں لئے جاتے ہو (حضور پر نور ﷺ نے فرمایا) میت کی یہ آواز اور دہائی انسانوں کے سوا ہر شے سنتی ہے اور اگر انسان اس کو سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

امام بخاری رحمۃ الباری کے ان تین ابواب اور ان میں درج احادیث سے بات واضح ہو گئی کہ امام بخاریؒ کا عقیدہ وہی ہے جو جمہور امت کا شروع سے چلا آرہا ہے یعنی :

"میت جمادات کی طرح نہیں ہوتی کہ اس میں جان کی رمق بھی نہ ہو بلکہ وہ سنتی ہے، سمجھتی ہے، عذاب و ثواب کو محسوس کرتی ہے، جنت و دوزخ کا

مشاہدہ کرتی ہے اور حاملین جنازہ سے مخاطب ہوتی ہے اور انہی چیزوں کے پائے جانے کا نام حیات ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ عثمانی اینڈ کمپنی کا یہ دعویٰ اور اشتہاری ہلڑبازی (کہ امام بخاری عثمانی کے ہم عقیدہ تھے) اس امام جلیل و عظیم پر صریح بہتان اور کھلا جھوٹ ہے۔

عثمانی صاحب کا آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے یہ انکار اور ان کی معاندانہ بھونڈی تاویلیں صرف اور صرف اس لئے ہیں تاکہ عثمانی موصوف کا وہ مقصد پورا ہو جائے جو اس نے توحید خالص دوسری قسط کے ص ۳۰ پر لکھا ہے:

"اس سے بڑھ کر یہ کہ صدیاں گذر گئیں کہ دنیائے اسلام کی اکثریت مرنے والوں کو قبر میں زندہ اور سماع کا مالک مانتی چلی آئی ہے بتایا جائے کہ ایسا کیوں ہوا اور کیوں علماء نے اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی...... اس اعتراض کی ایک ایک بات کا دوسرا اگروہ[1] جواب یوں دیتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ[2] ایسا ضرور موجود رہا ہے جس نے ان منکر روایتوں اور ان روایتوں کے بھروسے پر عقیدہ کی عمارت تعمیر کرنے ولوں پر تنقید کی ہے مگر ان کی آوازیں ہوامیں بکھر گئیں اور نبی کے ساتھ

---

۱ ارشاد نبوی تو یہ ہے کہ اتبعوا السواد الاعظم امت کی اکثریت کی اتباع کرو اور اسی کثیر جماعت کے ساتھ چمٹے رہو فانہ من شذفی النار جو گروہ ہدی کی غرض سے جماعت سے علیحٰدہ ہوا اسے ان سب سے علیحٰدہ جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینکا جائے گا اور عثمانی صاحب اپنے تمام کتابچوں میں گروہ ہدی کو صحیح قرار دیں اور صرف چند ظاہر پرستوں کو صحیح مسلمان کہیں اور باقی سب ائمہ و دیگر امت کو کافر و مشرک گردانیں فیاللعجب۔

۲۔ عثمانی صاحب نے اپنی تمام تحریروں میں اپنے آپ کو اور اپنے ہم نواؤں کو ایک گروہ تسلیم کیا ہے۔

محبت کے غلو[1] اور دوسرے حضرات کی بے پناہ شہرت کے زیر اثر ان کے ساتھ عقیدت مندی نے ایک نہ چلنے دی"۔

یہ ہے عثمانی کا مخفی اور حقیقی نصب العین کہ امت کو نبی کے ساتھ بھرپور محبت نہ ہو۔ جلیل القدر ائمہ کرام کی عقیدت کا دلوں میں نام و نشان تک نہ ہو اور اسی مذموم مقصد کے حصول کے لئے عثمانی صاحب نے یہاں تک چھلانگ لگا دی کہ دین اسلام کی دوسری بنیاد حدیث شریف کی کتب کو جعفری کتب کا چربہ قرار دے کر دین اسلام کو ایک طفیلی دین بنا دیا۔ ملاحظہ ہو توحید خالص دوسری قسط ص ۱۱ پر یہ باطل افروز تحریر:

ان سارے دلائل کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نبی ﷺ کی قبر میں حیات کا اثبات کرنے والے صریح روایتیں مذہب جعفریہ میں ضرور موجود ہیں اور عجب نہیں کہ وہیں سے آ کر یہ احادیث کی کتابوں میں آ گئی ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کے دیگر تمام کتابچوں سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور ان متواتر

---

[1] اللہ تبارک و تعالیٰ تو اطاعت نبوی کو بعینہ اپنی اطاعت قرار دے۔ نبی کی اتباع کو اپنی محبت کا سبب بتائے خود حضور اکرم ﷺ واضح فرمائیں کہ دین کا کمال صرف اور صرف غیر مشروط محبت میں پوشیدہ ہے جس کو کائنات کی تمام مخلوق سے زیادہ مجھ سے محبت نہیں وہ مومن نہیں اور ڈاکٹر صاحب نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی محبت کی زیادتی کو سبب شرک و کفر گردانیں اور اسی جملہ میں عثمانی صاحب کی ساری تگ و دو کا حاصل اور ان کا اصلی مقصد پوشیدہ ہے اے مسلمان ذرا جاگ ہوش میں آ سنبھل۔

محمد کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ است
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

احادیث طیبہ کو مذہب جعفری کا چربہ کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ جملہ اولیاء عظام اور ائمہ و علماء کرام کو بیک جنبش قلم مشرک اور دین کو اس کی اصلی حالت سے بدلنے والا قرار دے دیا ہے (نعوذباللہ منہ)۔

ناظرین کرام! میں نے حیات الانبیاء حضور سرور انبیاء ﷺ کی حیات بعد از ممات کو قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں دیانت اور امانت کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت سادہ الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ میری آپ سے گذارش ہے کہ حضور انور ﷺ کے ارشاد مقدس **اتبعوا السواد الاعظم** (امت کے اکثریتی گروہ کی متابعت کرو) کے مطابق آپ بھی وہی عقیدہ اختیار فرمائیں جو جمہور امت مسلمہ نے قرآن مجید اور احادیث رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی روشنی میں اختیار کیا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان عالی شان ہے **لا تجتمع امتی علی ضلالۃ** میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنے نبی برحق ﷺ کے اس فرمودہ پر ایمان لائیں نہ کہ عثمانی صاحب کے خلاف اسلام اقوال پر اور بمصداق **الحق یعلو ولا یعلی** (حق ہمیشہ غالب آتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) عثمانی کو بھی کئی مقامات پر تسلیم کرنا پڑا کہ "امت کی اکثریت کا عقیدہ یہ ہے :

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد امت محمدیہ کا نصیب کہ وفات النبی ﷺ کا وہ مسئلہ جو قرآن، حدیث اور اجماع صحابہؓ کا متفقہ مسئلہ تھا آج اختلافی مسئلہ بنا ہوا ہے اور امت کی اکثریت کا عقیدہ یہ بن گیا ہے کہ نبی عائشہؓ کے حجرہ میں اپنی قبر کے اندر زندہ ہیں وہاں اگر کوئی درود و سلام پڑھے تو سنتے اور جواب دیتے ہیں اور فرشتے درود و سلام لیجا کر آپؐ کے حضور پیش کرتے ہیں (علماء دیوبند، بریلی اور اہلحدیث)

ان سطور میں میں نے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے عقیدہ صحیحہ کے اثبات کے ساتھ ساتھ عثمانی صاحب کی بھونڈی تاویلوں کا جواب بھی عرض کر دیا ہے۔ تاہم اتنی گذارش ضرور کروں گا کہ اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے اس قدر دینی تعلیم کا ضرور انتظام کریں جس سے وہ اس قسم کے طالع آزمالوگوں کی دستبرد سے محفوظ رہ سکیں۔

بارگاہ ایزد تعالیٰ میں دست بدعا ہوں کہ ان چند حروف کو اپنی جناب میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ جن علماء اسلام اور احباب کرام کی مشفقانہ راہنمائی اور تعاون سے ان اوراق کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں انہیں اجر جمیل و جزیل عطا فرمائے اور ہم سب کو حضور پر نور شافع یوم النشور کی شفاعت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمائے۔

هذا ماعندی فی توضیح هذاالمقام والحق عندالله العلام
وما توفیقی الابه وعلیه توکلت والیه انیب وهو حسبی
و حسبکم ونعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر.
وهو ربی الودودذوالعرش المحمود
وانا المتبری من حولی و قوتی والراجی شفاعة حبیبه المحمود

خالد محمود

من خریجی دارالعلوم محمدیه غوثیه

بهیره (سوجودها)

خویدم الحدیث النبوی الشریف